عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ماہِ رمضان کا احترام کیجیے

جلد: ۴۴ | ۲۴ تا ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۳ تا ۲۸ فروری ۲۰۲۵ء | شمارہ: ۸

اِستقبالِ رمضان المبارک

مدارس رجسٹریشن
تاریخی پسِ منظر

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.org
www.amtkn.com
Email: editorkn@yahoo.com

تراویح میں قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا

س:.... میں حافظ نہیں ہوں، لیکن میرا دل کرتا ہے کہ میں نفلوں میں قرآن کریم کی دیکھ کر تلاوت کروں یا تراویح میں قرآن کریم دیکھ کر سنوں، کیا شرعاً اس کی اجازت ہے؟ کیا نماز میں دیکھ کر تلاوت کرنا یا سننا صحیح ہے؟ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ صحیح ہے۔ اس بارے میں وضاحت فرمادیں۔

ج:... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز میں دیکھ کر قرآن کریم پڑھنے سے یا سننے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ دو وجوہات کی بنا پر: ایک تو عملِ کثیر ہے اور دوسری یہ تعلیم و تلقینِ قرآن کریم ہے جو کہ نماز کے باہر کی چیز ہے۔ عملِ کثیر تو ظاہر ہے کہ دیر تک قرآن کریم میں دیکھا جائے اور قرآن کریم کو ہاتھ میں پکڑا جائے یا سامنے رکھا جائے، بہرصورت عملِ کثیر ہے کہ کوئی بھی دیکھنے والا شخص پہلی نظر میں یہ سمجھے گا کہ آپ قرآن کریم کی تلاوت کررہے ہیں نماز نہیں پڑھ رہے ہیں، تعلیم و تلقینِ قرآن یہ ہے کہ قرآن کریم کو سیکھنا، سکھانا اور تلاوت کرنا۔ اس کا محل اور مقام نماز نہیں ہے، بلکہ یہ نماز کے باہر کا عمل ہے۔ لہٰذا ان دو وجوہات کے سبب نماز میں قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا اور سننا جائز نہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی سوچنا چاہئے کہ جب دیکھ کر نماز میں قرآن کریم پڑھنے کی اجازت ہوتی تو پھر حفظ کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہے گی، بلکہ یہ کام تو ہر شخص کرسکتا ہے۔ حفظِ قرآن کریم کی اہمیت اور ضرورت کہاں باقی رہے گی؟! اس لئے بہتر ہے کہ جو سورتیں حفظ ہوں، نماز میں ان کو ہی پڑھا جائے اور مزید سورتیں یا قرآن عظیم کو مکمل حفظ کرنے کی کوشش کی جائے۔

''ولو قرأ المصلی من المصحف فصلاته فاسدة عند ابی حنیفة.... الا انه یکرہ عندهما لانه تشبه بأهل الکتاب'' (بدائع الصنائع،ص:۲۳۶،ج:۱)

جو لوگ نماز میں دیکھ کر قرآن کریم پڑھنے کو صحیح سمجھتے ہیں وہ حدیث ذکوان سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت ذکوانؒ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں، وہ رمضان میں امامت کرتے تھے اور مصحف میں سے دیکھ کر پڑھتے تھے۔ احناف کے نزدیک اس مختلف احتمالات رکھنے والی حدیث سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ ممکن ہے کہ حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کو اس بارے میں علم نہ ہوا ہو کہ وہ نماز میں دیکھ کر قرآن پڑھتے ہیں، ورنہ وہ لوگ اس سے منع کردیتے۔ اس لئے کہ پورے رمضان نماز میں قرآن کریم کو دیکھ کر پڑھنا کوئی ضروری نہیں، کیونکہ قرآن کریم مکمل کرنا واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث کا راوی یہ بتانا چاہتا ہو کہ وہ حافظ نہیں تھے، اس لئے رمضان میں امامت کرتے تھے تو بعض سورتیں ہی پڑھتے تھے اور نماز سے باہر دیکھ کر تلاوت کیا کرتے تھے۔ یعنی راوی ان کی دونوں مختلف حالتیں بیان کرنا چاہتا ہو۔ جیسا کہ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: ''واما حدیث ذکوان فیتحمل ان عائشة رضی اللہ عنہا ومن کان من اهل الفتویٰ من الصحابة لم یعلموا بذلک وهذا هو الظاهر بدلیل ان هذا الصنیع مکروہ بلا خلاف ولو علموا بذلک لما مکنوہ من عمل المکروہ فی جمیع شهر رمضان من غیر حاجة ویحتمل ان یکون قول الراوی کان یؤم الناس فی رمضان وکان یقرأ من المصحف اخباراً عن حالتین مختلفتین ای کان یؤم الناس فی رمضان وکان یقرأ من المصحف فی غیر حالة الصلاة اشعارا منه انه لم یکن یقرأ القرآن ظاهرہ فکان یؤم ببعض سور القرآن دون ان یختم۔'' (بدائع الصنائع ص:۲۳۶،ج:۱)

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۴ ۲۴تا۲۹ رشعبان المعظم ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۳ تا ۲۸ رفروری ۲۰۲۵ء شمارہ:۸

اس شمارے میں!

حضرت مولانا اللہ بخش ملکانیؒ	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
استقبالِ رمضان المبارک	۸	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
ماہِ رمضان کا احترام کیجیے!	۱۱	مولانا امدادالحق بختیار قاسمی
غزہ... جی ہاں! یہ فتح ہی ہے	۱۵	جناب آصف محمود
مدارس رجسٹریشن کا تاریخی پس منظر	۱۷	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
حفاظ کرام کے لئے مفید باتیں	۲۲	مولانا محمد یاسر عبداللہ
دعوتی وتبلیغی اسفار	۲۴	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا نازرین احمد خانؒ، کچاکھوہ	۲۶	- - - -

سرپرست
حضرت مولانا حافظ محمد ناصرالدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا اللہ وسایا

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد
امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِتعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمہ اللہ
ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ

قسط:۱۱۳ فصل:.... ۳ہجری کے سرایا

۶:..... تحریمِ خمر:..... اسی سال ربیع الاوّل میں شراب کی حرمت نازل ہوئی، میں کہتا ہوں کہ علامہ قسطلانیؒ نے ''مواہب لدنیہ'' میں غزوۂ حدیبیہ کے بعد اور غزوۂ بنی نضیر کے اَواخر میں کہا ہے کہ: ''شراب کی حرمت ۴ھ میں غزوۂ اُحد کے بعد غزوۂ بنی نضیر کے ایام میں نازل ہوئی، اس سلسلے میں دُوسرا قول ۶ھ صلح حدیبیہ کے سال کا، اور تیسرا قول ۸ھ فتحِ مکہ کے سال کا بھی ہے، مگر پہلا قول ہی راجح ہے۔''

اور علامہ زرقانیؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: ''اس قول کی ترجیح پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ تحریمِ شراب کا حکم جب نازل ہوا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ قوم کو شراب پلا رہے تھے، جب حرمت کی خبر پہنچی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے شراب کے مٹکے توڑ پھوڑ ڈالے اور حضرت انسؓ کی عمر اس وقت ۴ھ میں چار سال تھی، وہ مٹکے توڑنے کا کام کیسے کرسکتے تھے؟ مگر یہ اعتراض غلط ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے وقت ان کی عمر دس سال تھی، اور تحریمِ خمر کے وقت چودہ سال کے ہوں گے، اندریں صورت ظاہر ہے کہ وہ ایسے بچے نہیں تھے کہ مٹکے نہ توڑ سکیں۔''

اسی سال تحریمِ خمر کے موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔'' (المائدۃ:۹۰،۹۱)

ترجمہ:.... ''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو۔ شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کردے، اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے تم کو باز رکھے، سو اَب بھی باز آؤگے؟'' (بیان القرآن)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حرمتِ خمر کی بارہ یا اس سے زیادہ وجوہ بیان فرمائی ہیں، جن کو مفسرین نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ (اور ان کا خلاصہ یہ ہے: بیانِ حرمت کو لفظ ''اِنَّمَا'' سے شروع فرمایا، جو حصر کے مفہوم کا فائدہ دیتا ہے، گویا ساری گندگی اور شیطانیت شراب اور جوئے میں سمٹ آئی ہے۔)

۷:..... اسی سال جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ کو ان حضرات کے بارے میں تردّد ہوا جو قبل ازیں غزوۂ اُحد میں شہید ہوگئے تھے کہ اُحد کے دن بعض حضرات نے شراب پی تھی اور پھر شہید ہوگئے، کیا ان کے ذمے بھی کچھ گناہ ہوگا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی: ''لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا'' الآیۃ۔ (المائدۃ:۹۳)

۸:..... اسی سال صلوٰۃِ خوف کا حکم نازل ہوا، اور بقولِ بعض ۷ھ میں، تفصیل ۲ھ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

۹:..... اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی جوڑے کو (جس نے حرام کاری کا ارتکاب کیا تھا) سنگسار کیا۔

(جاری ہے)

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

حضرت مولانا اللہ بخش ملکانوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

شیخ الحدیث مولانا اللہ بخش صاحب ملکانوی ۱۴/ جنوری ۲۰۲۵ء کو لودھراں میں وصال فرمائے عالمِ آخرت ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

کوٹ اڈو کے علاقہ بستی ملکانہ نزد تونسہ بیراج کے ایک طالب علم نے جن کا نام اللہ بخش تھا، مڈل کی تعلیم اپنے علاقہ میں مکمل کرنے کے بعد نعت خوانی کے شوق میں گھر سے سفر کا آغاز کیا جو قدرت کے کرم سے دینی تعلیم کے حصول کا ذریعہ بنا۔ دارالعلوم کبیروالا، جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں پڑھتے رہے۔ ۱۹۶۹ء میں جامعہ رشیدیہ سے دورۂ حدیث کیا اور یہ اس جامعہ کے دورۂ حدیث کا پہلا سال تھا۔ تخصص کے لئے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی سفارش وترغیب پر جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں داخلہ لیا۔ پاکستان کے مفتی اعظم مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کی زیر نگرانی، شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی زیر سرپرستی تخصص فی الفقہ مکمل کیا۔ آپ نے جامعہ کی طرف سے تفویض کردہ تخصص کا مقالہ "فقہ السند" یعنی فقہائے سندھ اوران کی فقہی خدمات لکھا جسے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے اپنی نگرانی میں نومبر ۲۰۱۱ء میں القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ کے پی سے شائع کیا جس کے عنوانات کی فہرست بتیس صفحات پر مشتمل ہے۔

سندھ باب الاسلام ہے۔ جرنیل اسلام محمد بن قاسمؒ کے ورودِ سندھ سے لے کر اپنے زمانہ تک مولف مقالہ مولانا اللہ بخش صاحب ایاز ملکانویؒ نے تاریخ سندھ کا کوئی گوشہ اور کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں چھوڑا۔ سب پر آپ نے گرانقدر معلوماتی خزانہ میں جستہ جستہ قلم اٹھایا۔ فقہ اور فقہی کتب وفقہائے سندھ پر تو انسائیکلو پیڈیا مرتب کر دیا۔ مختصر مگر جامع سوا تین سو صفحات کے مقالہ میں مولف نے اتنی بڑی علمی خدمت سرانجام دی جو آپ کی علمی استعداد، محنت اور بھرپور جدوجہد کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ آپ کے استاذ تھے۔ ان کے حکم پر آپ جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا میں پڑھانے کے لئے تشریف لائے۔ معقول ومنقول کے اتنے بہترین مدرس ثابت ہوئے کہ پورے جامعہ میں آپ کے علم وفضل، درس وتدریس اور شاگردوں میں مقبولیت کی دھاک بیٹھ گئی۔

جامعہ سراج العلوم عیدگاہ لودھراں کے مہتمم حضرت مولانا محمد میاں صاحب آپ کو یہاں کھینچ لائے۔ آپ جامعہ سراج العلوم کے صدر المدرسین مقرر ہوئے۔ جامعہ کے در ودیوار طلباء کی کثرت وہجوم سے شگفتہ رو ہوگئے۔ آپ نے سالہا سال تک یہاں کی مسند درس وتدریس کو وہ رعنائی بخشی کہ ایک دھوم مچ گئی۔ جامعہ سراج العلوم میں موقوف علیہ کے طلباء کی اتنی بڑی جماعت فارغ ہوتی کہ بڑی آسانی کے ساتھ سراج العلوم میں دورۂ حدیث شروع

کیا جاسکتا تھا۔ مگر آپ نے اہل جامعہ پر واضح کیا کہ لودھراں کے قریب میں کہروڑپکا میرے استاذ ومربی حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ کے ہاں دورۂ حدیث شریف ہوتا ہے۔ ان کے ہوتے ہوئے یہاں لودھراں میں دورۂ حدیث شریف شروع نہیں کراسکتا۔ چنانچہ حضرت لدھیانوی کے وصال کے بعد سراج العلوم میں آپ نے دورۂ حدیث شریف کا آغاز کرایا جو کامیابی سے اب بھی چل رہا ہے۔ (اسی طرح کی ایک روایت جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ کی بھی ہے کہ خیرالمدارس ملتان میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کی حیات تک انہوں نے جامعہ رشیدیہ میں دورۂ حدیث شریف شروع نہیں کیا کہ میرے استاذ کے ہوتے ہوئے یہاں دورہ کی ضرورت نہیں۔ مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے وصال کے بعد جامعہ رشیدیہ میں دورۂ حدیث کا آغاز ہوا)۔

بڑھاپے کے دور میں مولانا اللہ بخشؒ کو لودھراں سے آپ کے شاگرد مولانا حفیظ الرحمٰن مہتمم جامعہ علی المرتضیٰ دنیاپور میں لے آئے۔ آپ نے اپنے استاذ کی خدمت واحترام کی ایک مثال قائم کردی۔ لیکن مولانا اللہ بخش ایاز ملکانویؒ کا بڑھاپا زور پکڑتا گیا۔ شوگر ودیگر عوارض حاوی ہوتے گئے تو اس دوران آپ کے صاحبزادگان آپ کو اپنے گھر لودھراں لے آئے۔ کچھ عرصہ زیر علاج رہے۔ آرام اور تمام سہولتوں کے باوجود مرض نے شدت اختیار کی۔ آخر زندگی ہار گئی اور آپ ۱۴/ جنوری کی صبح نور کے تڑکے حق تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئے۔ جامعہ باب العلوم کہروڑپکا کے شیخ الحدیث، وکیل احناف وفدائے اہل بیت عظامؓ وصحابہ کرامؓ حضرت مولانا منیر احمد منور نے آپ کی نماز جنازہ لودھراں میں پڑھائی۔ آپ کے جسد خاکی کو کوٹ اڈو کے علاقہ میں لایا گیا۔ جہاں ورثاء نے دوسرا جنازہ پڑھا اور رحمت پروردگار کے سپرد کردیئے گئے۔ حق تعالیٰ کی رحمت ہمیشہ ان کی تربت کو شرابور رکھے اور انہیں جنت میں اعلیٰ مقام نصیب ہو۔ آمین!

معروف نعت خواں طاہر بلال چشتی کا وصال

ملک عزیز کے نامور نعت خواں جناب قاری حافظ طاہر بلال چشتی ۵/جنوری ۲۰۲۵ء کی صبح دل کا دورہ پڑنے سے انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

ملک عزیز پاکستان میں گزشتہ پون صدی سے دنیائے نعت خوانی کے ایک خوبصورت سلسلہ کا نام جھنگ کا چشتی خاندان ہے۔ جناب محمد بخش صاحب چشتی نامور نعت خوان تھے جو خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم کے ہم سفر رہے۔ ان کے چھوٹے بھائی بھی نامور نعت خوان تھے۔ ان کا نام جناب احمد بخش چشتی تھا۔ یہ تنظیم اہل سنت کی اسٹیج کے گوہر آبدار تھے۔

جناب احمد بخش چشتیؒ کے ایک صاحبزادہ کا نام جناب طاہر بلال چشتی تھا۔ انہوں نے اپنے صاحبزادہ اور طاہر بلال چشتی کو اسکول کی معمولی تعلیم کے بعد حفظ قرآن مجید کے لئے چنیوٹ کے مدرسہ فیض العلوم میں حضرت مولانا نذیر احمد مرحوم کے ہاں داخل کرایا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب ربانی ان دنوں وہاں حفظ کے استاذ تھے۔ جناب طاہر بلال چشتی نے وہاں قرآن مجید حفظ کیا۔ حق تعالیٰ نے ان کو تایا مرحوم اور والد ماجد کی طرح خوبصورت آواز سے مالامال کیا۔ ادھر حفظ مکمل ہوا ادھر کچھ سالوں بعد والد گرامی کا سایہ شفقت اٹھ گیا۔ ان کی ابھی مسّیں نہیں پھوٹی تھیں کہ یتیمی کے دور میں داخل ہوگئے۔ عمر کم تھی مگر آواز خوبصورت تھی۔ معصوم ننھی آواز میں نعت پڑھتے تو دنیا دیوانی ہوجاتی۔ ان کے بڑے بھائی نے ان کے ساتھ سفر کرنا شروع کیا۔ والد اور تایا مرحوم کے تعلق داران کا ایک حلقہ ملک بھر میں موجود تھا۔

ان حضرات کے سانحات انتقال کے باعث طاہر بلال کو ہمدردی کا ایک ماحول بنا بنایا مل گیا۔ یہ نعت پڑھتے، حلقہ متوجہ ہوتا۔ آگے بڑھے اور

بڑھتے گئے۔ عمر بھی ساتھ بڑھتی گئی۔ پھر وقت آیا کہ پورے پاکستان کے ہر بڑے اسٹیج پر ان کو پذیرائی ملنے لگی۔ قدرت کے کرم کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں کہ اس یتیم بچے کی قدرت نے ایسے مدد فرمائی کہ یہ نعت خوانی کے لئے انگلستان جا دھمکے۔ وہاں اپنے فن کا جادو جگایا۔ اب ان کی شہرت نے عالمی حیثیت اختیار کر لی۔ یہ نعت پڑھنے میں اپنی طرز کے آپ موجد تھے۔ آواز کے مدّو جزر، اتار چڑھاؤ کو ایسا سان پر کستے تھے کہ ان کی آواز کے ساتھ سامعین بھی اوپر نیچے اٹھتے جھکتے، ہلتے جلتے، جھومتے جھامتے، چشم تر سے آہیں اور بانہیں بلند کرتے اور لہراتے نظر آتے تھے۔ بہت ہی سادہ منش اور درویش صفت دوست تھے۔ بہت ہی زندہ دلی کے باوجود فحش گوئی اور عامیانہ گفتگو ان کے قریب سے نہ گزری تھی۔ بہت ہی اچھی روایات کے حامی رہے۔ دوست جانتے ہیں کہ مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے اسٹیج پر نعت خوانی کی بجائے نظریاتی بیانات کو پروان چڑھاتی ہے۔ البتہ جو نعت خواں کرم فرمائی کریں، تشریف لائیں تو مہمانوں کا اکرام بھی اپنا فرض سمجھتی ہے۔

محترم طاہر بلال چشتی کو کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے والد مرحوم کی طرح دعوت ملے نہ ملے اپنا پروگرام سمجھ کر چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنس کا کبھی ناغہ نہیں کیا۔ ہمیشہ کسی نہ کسی اہم اجلاس میں تشریف لاتے اور اپنی خوبصورت آواز کا جادو جگا کر حاضرین کو فریفتہ کر جاتے۔ ابھی دسمبر کے اوائل میں لیہ میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ لیہ مجلس کے ناظم اعلیٰ مولانا قاری عبدالشکور صاحب نے ان کو بلا رکھا تھا۔ وہاں آخری ملاقات ہوئی۔ وہ ڈیرہ اسماعیل خان سے تشریف لائے۔ مولانا فیض نذیر صاحب چنیوٹ کے وصال کی خبر ان کی زبانی سنی اور آج جناب خود چشتی صاحب کے وصال کی خبر نے دل کی دنیا کو بے چین کر دیا۔ وہ بہت اچھے انسان تھے۔ نیٹ پر خبر آئی کہ دل کی تکلیف سے اس دنیا کو چھوڑ گئے۔ عصر کے بعد ملہوانہ موڑ ضلع جھنگ میں ان کا جنازہ ہوا۔ حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالرحیم نقشبندی چکوال نے امامت فرمائی۔ اپنے والد گرامی کے پہلو میں محوِ راحت ہو گئے۔ رہے نام خدا تعالیٰ کا۔ کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام! حق تعالیٰ ان کی تُربت کو بُقعہٗ نور فرمائیں۔ پسماندگان کی پردۂ غیب سے کفالت فرمائیں۔ آمین برحمتک یاارحم الراحمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

استقبالِ رمضان

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ہم سب رمضان المبارک کا استقبال کرنے کو تیار ہیں اور خدا کی رحمتیں اس کے بندوں کی طرف متوجہ ہیں، جو وقت جتنا قیمتی ہوتا ہے اور جو چیز جتنی گراں قدر ہوتی ہے، اسی قدر اس کی حفاظت اور اس کے حقوق کی رعایت بھی ضروری ہوتی ہے، ریت کے تھیلے سرِ راہ رکھ دیئے جاتے ہیں اور سونے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی محفوظ مکان اور محفوظ جگہ میں رکھا جاتا ہے، تو آیئے ماہِ مبارک کے لئے ایک نظام العمل بنایئے! اور اس نظام کے مطابق اپنا وقت گزاریئے! یہ نظام وقت کی حفاظت کرے گا، نیکیوں کی توفیق میں معاون ہوگا اور اس مہینہ کی سعادتوں اور برکتوں سے دامنِ مراد بھرنے کے لئے وسیلہ بنے گا۔

رمضان المبارک کا سب سے اہم عمل روزہ ہے، روزہ کیا ہے؟ خدا سے محبت اور اس کی خوشنودی کے لئے سب کچھ قربان کردینے کی تربیت، اس بات کا اظہار کہ وہ رب کی چاہت کے آگے نفس کی چاہت کو قربان کردے گا، وہ آخرت کی نعمتوں سے اپنے دامن طلب کو سرفراز کرنے کے لئے اپنے آپ کو دنیا کی شہوات وخواہشات سے بے نیاز کرلے گا، وہ اپنے نفس کے سرکش اور تیز گام گھوڑے کو اپنے قابو میں رکھے گا، کیوں کہ دنیا کی تمام لذتیں معدہ اور نفسانی جذبات کے گرد گھومتی ہیں، روزہ ان دونوں پر کنٹرول کرتا ہے، اور اس کنٹرول کے پیچھے کوئی ظاہری اور مادی طاقت نہیں ہے، صرف خدا کا خوف اور آخرت میں جواب دہی کا احساس ہے، جو روزہ دار کو کھانے پینے سے روکے ہوا ہے، اسی لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم بقدرِ امکان روزہ توڑنے سے بچیں، ہر عاقل، بالغ مسلمان مرد وعورت پر روزہ رکھنا فرض ہے، اس سے صرف حیض ونفاس سے دوچار عورتیں، مسافر، بہت بوڑھے اور مریض جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے مستثنیٰ ہیں، اگر ان اعذار کے نہ ہونے کے باوجود کوئی شخص روزہ توڑے تو سخت گناہ گار ہے اور اتنا بڑا محروم ہے کہ ارشادِ نبوی کے مطابق اگر رمضان المبارک کے ایک روزہ کے بدلہ سال بھر بھی روزہ رکھتا رہے، تو اس ایک روزہ کے توڑنے کی تلافی نہ ہوسکے، اس لئے کسی شرعی عذر کے بغیر روزہ توڑنے سے پوری طرح پرہیز کیجئے۔

رمضان المبارک کا دوسرا عمل نماز تراویح کا اہتمام ہے، رسول اللہ ﷺ نے چند دنوں مسجد نبوی میں یہ نماز ادا فرمائی ہے، پھر اس اندیشہ سے مسجد میں آپ ﷺ نے نماز پڑھنا چھوڑ دیا کہ کہیں یہ نماز اُمت پر فرض نہ ہوجائے کہ اگر ایسا ہوا تو یہ اُمت کے لئے باعث مشقت ہوگا، امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اس بات پر متفق ہیں کہ تراویح کی نماز بیس رکعت ہے، نیز حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ سے لے کر آج تک حرمین شریفین میں بیس رکعت تراویح کا معمول رہا ہے، اس لئے مسنون یہی ہے کہ بیس رکعت تراویح ادا کی جائے، بعض اہل علم آٹھ رکعت تراویح کے قائل ہیں، اس اختلاف رائے کو باہمی نزاع اور جھگڑے کا سبب نہ بنانا چاہئے؛ بلکہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ آٹھ رکعت پڑھنے والے ہوں، اگر امام بیس رکعت پڑھائے تو وہ آٹھ رکعتوں کے بعد الگ ہوجائیں اور اگر امام آٹھ رکعت پڑھتا ہو تو جو لوگ بیس رکعت پڑھنے والے ہیں، وہ امام کے پیچھے پڑھ کر باقی بارہ رکعت الگ پڑھ لیں؛ لیکن اس مسئلہ کو اُمت کے درمیان نزاع کا ذریعہ نہ بنائیں، ہاں! تراویح پڑھنے کا ضرور اہتمام کریں؛ کیوں کہ اس ماہ میں رسول اللہ ﷺ کی عبادت کی مقدار بڑھ جایا کرتی تھی اور نمازِ تراویح کے ذریعہ یہ سنت پوری ہوتی ہے، بعض حضرات تراویح میں قرآن مجید مکمل ہونے کے بعد نمازِ تراویح کا اہتمام ہی ختم کر دیتے ہیں، یہ درست نہیں ہے، کیوں کہ تراویح سنتِ مؤکدہ ہے اور قرآن مجید کا مکمل کرنا مستحب، نماز مستقل عمل ہے اور نماز میں قرآن

مجید کی تکمیل ایک الگ عمل۔

رمضان المبارک کا تیسرا اہم عمل قرآن مجید کی تلاوت ہے، اس ماہ میں نزولِ قرآن کا آغاز ہوا، رسول اللہ ﷺ اس ماہِ مبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن کا دَور کیا کرتے تھے، گویا ماہ رمضان نزولِ قرآن کی یادگار اوراس کی سال گرہ ہے، تلاوتِ قرآن کی اہمیت کا حال یہ ہے کہ اس کتاب کے ایک حرف کو پڑھنے پر بھی دس نیکیاں حاصل ہوں گی، رسول اللہ ﷺ نے قرآن پڑھنے والوں کو اہل اللہ اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندے قرار دیا ہے: ’’اھل القرآن ھم اھل اللہ وخاصتہ‘‘ (الترغیب والترہیب: ۲/ ۵۴) یہ قرآن قیامت کے دن قرآن والوں کے لئے سفارشی بن کر کھڑا ہوگا: ’’القرآن شافع و مشفع‘‘ اس لئے تلاوتِ قرآن مجید کا اہتمام تو ہمیشہ ہونا چاہئے؛ لیکن رمضان المبارک میں تلاوت کا خصوصی اہتمام مطلوب ہے، دن و رات میں سے کوئی وقت گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ کا تلاوت کے لئے مخصوص کر لیجئے، ظہر کے بعد عصر کے بعد، سحری سے پہلے، یا فجر کے بعد، جو وقت مناسب حال ہو، عام طور پر نصف گھنٹہ میں تو ایک پارہ مکمل ہو ہی جاتا ہے، اس گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ میں کچھ وقت تلاوت کے لئے رکھیے اور باقی اوقات میں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ لیجئے، جو ترجمہ مستند و معتبر ہو، اس سے قرآن سے آپ کا رشتہ مضبوط ہوگا۔

تلاوتِ قرآن مجید کے اس نظام کو رمضان المبارک تک محدود نہ کیجئے؛ بلکہ سال بھر کا معمول بنالیجئے اور وقت اپنی سہولت سے طے کیجئے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کا معمول روزانہ روزہ رکھنے اور پوری شب قرآن مجید کی تلاوت کا تھا، رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی، آپ نے ان سے استفسار کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور رات بھر قرآن پڑھتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا: ہاں! اے اللہ کے نبی! لیکن میرا ارادہ اس سے خیر اور نیکی ہی کا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے ہر ماہ تین دن روزہ رکھنا کافی ہے، اور رہ گیا قرآن تو ہر ماہ میں ایک ختم کرلیا کرو، کہنے لگے کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: بیس دن میں ختم کرلو، میں نے عرض کیا: اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، تو ارشاد ہوا کہ سات دن میں ختم کرو اور اس سے زیادہ نہ پڑھو؛ اس لئے کہ تم پر تمہاری بیوی کا، آنے والوں کا، اور تمہارے جسم کا بھی حق ہے۔ (بخاری، حدیث نمبر: ۹۷۸)

رسول اللہ ﷺ کی اس ہدایت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ تلاوتِ قرآن مجید کی کیا اہمیت ہے؟ اور اسلام کا مزاجِ اعتدال بھی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی حسبِ سہولت مقدار کا انتخاب کرے؛ لیکن ہمیشہ پڑھا کرے، شاید اسی سات دن کی مناسبت سے بعد کے اہل علم نے قرآن کو سات منزلوں پر تقسیم کردیا ہے کہ روزانہ ایک منزل پڑھی جائے تو ہفتہ میں ایک بار ختم ہو جائے اور کچھ اور وقت گذرنے کے بعد لوگوں کی تن آسانی کو دیکھتے ہوئے تیس پارے کردیئے گئے؛ تا کہ روزانہ ایک پارہ پڑھے تو ارشادِ نبوی ﷺ کے مطابق مہینہ میں ایک ختم ہوجائے۔

رمضان المبارک کا چوتھا اہم عمل نفل نمازوں کا اہتمام ہے، ارشادِ نبوی ﷺ کے مطابق اس ماہ میں نفل عبادتوں کا اجر فرض عبادتوں کے برابر کردیا جاتا ہے، اس لئے اس ماہ میں نفل نمازوں کا بھی خصوصی اہتمام کرنا چاہئے، نفل نمازوں میں کچھ وہ ہیں جو متعین اوقات میں پڑھنے کی ہیں، نمازِ اشراق، نمازِ چاشت، نمازِ زوال، اوابین، تہجد، سورج نکلنے اور سورج ڈھلنے کے درمیانی وقت کو دو حصوں میں تقسیم کردیں، تو پہلا نصف اشراق کا وقت ہے اور دوسرا نصف صلاۃ الضحیٰ کا، جسے نمازِ چاشت بھی کہتے ہیں، ان نمازوں کو کم سے کم چار رکعت پڑھنا چاہئے، اس سے زیادہ پڑھنا چاہیں تو حسب سہولت ادا کرسکتے ہیں، جب آفتاب نصف آسمان پر ہو، تو کسی نماز کا پڑھنا مکروہ ہے، اور حدیثوں میں اس کی صراحت موجود ہے، جب آفتاب مغرب کی طرف ڈھل جائے تو کراہت ختم ہوجاتی ہے، وقت مکروہ کے ختم ہونے کے بعد دوگانہ نفل ادا کرنا بھی حدیثوں میں منقول ہے، اسی کو شارحین حدیث نے ’’صلوٰۃ الزوال‘‘ سے تعبیر کیا ہے، مغرب کے بعد جو نفل نماز پڑھی جاتی ہے وہ ’’اوابین‘‘ ہے، عام طور پر رسول اللہ ﷺ کا چھ رکعت اوابین ادا کرنے کا معمول تھا، نماز عشاء اور فجر کے درمیان تہجد پڑھی جاتی ہے، نوافل میں یہ نماز فرض کے درجہ میں تھی، تہجد کی نماز چار رکعت سے سولہ رکعت تک پڑھنا آپ ﷺ سے ثابت ہے، عام معمول آٹھ رکعت پڑھنے کا تھا، کوشش کرنی چاہئے کہ رمضان میں ان تمام نمازوں کو پڑھیں؛ لیکن خاص کر تہجد کا اہتمام

ضرور ہی کرنا چاہئے، رسول اللہ ﷺ کی تہجد رمضان المبارک میں بہت طویل ہوجاتی تھی، یہاں تک کہ صحابہؓ کو بعض دفعہ سحری چھوٹ جانے کا اندیشہ ہوتا تھا، اور ماہِ مبارک میں روزہ داروں کے لئے اس نماز کا ادا کرنا بھی آسان ہے، سحری کے لئے اُٹھنے والے اگر سحری کھانے سے پہلے چند رکعتیں تہجد پڑھ لیں تو تہجد ادا ہوجائے گی، اسے بھی روزہ داروں کو اپنے معمول کا حصہ بنانا چاہئے۔

رمضان المبارک کا پانچواں خصوصی عمل ''دُعاؤں کا اہتمام'' ہے، رمضان اور حج یہ دو مواقع ایسے ہیں جن میں دُعا کی قبولیت اور استجابت کے خصوصی اوقات کثرت سے ہیں، سحری کے وقت، افطار کے وقت، تلاوت قرآن کے بعد، آخری عشرہ کی طاق راتوں میں دُعائیں خاص طور پر قبول ہوتی ہیں؛ اس لئے رمضان المبارک میں دُعاؤں کا بھی معمول رکھنا چاہئے، اپنے لئے، اپنے اعزہ کے لئے، مرحومین کے لئے، پوری اُمتِ مسلمہ کے لئے اور دنیا و آخرت کے لئے، خدائے قدیر کے سامنے دستِ سوال پھیلانا چاہئے، اور دُعا کے آداب کی پوری رعایت کرتے ہوئے اللہ سے مانگنا چاہئے، عام طور پر افطار کا وقت لوگ افطار کی تیاری اور انواع واقسام کی غذائی اشیاء جمع کرنے میں صرف کردیتے ہیں اور بے چاری خواتین کا تو پورا وقت محض پکوان کرنے میں چلا جاتا ہے، یہ روزہ کی روح کے خلاف ہے۔

رمضان المبارک میں خاص طور پر انفاق کی ترغیب دی گئی ہے، انسان جب خود بھوکا اور پیاسا رہتا ہے تو دوسرے فاقہ کشوں کی بھوک و پیاس کا احساس بڑھ جاتا ہے، اسی لئے خاص طور پر رمضان المبارک میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے اور اپنے غریب بھائیوں کی مدد کرنے کی تلقین کی گئی ہے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رمضان المبارک میں آپ ﷺ کا انفاق تیز ہوا سے بھی زیادہ ہوتا تھا، خاص طور پر رمضان المبارک میں لوگوں کو افطار کرانے کی آپ ﷺ نے فضیلت بیان فرمائی اور ارشاد ہوا کہ جو کسی روزہ دار کو افطار کرائے، افطار کرنے والے کے اجر میں کمی کئے بغیر افطار کرانے والے کو اس کے روزہ کے برابر اجر حاصل ہوگا۔

عام طور پر یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ لوگ سیاسی لیڈروں کو، بڑے تاجروں اور کاروباریوں کو اور سماج کے خوشحال لوگوں کو افطار پر مدعو کرتے ہیں اور خود ان کے پڑوس میں جو غریب اور مفلوک الحال لوگ ہوتے ہیں ان کو پوچھتے تک نہیں، یہ اسلامی تعلیمات کی روح اور افطار کے سلسلہ میں جو ترغیب دی گئی ہے، اس کے مقصد کے خلاف ہے، دعوتِ افطار سبھوں کو دی جاسکتی ہے، دولت مند ہو یا غریب؛ لیکن جو غرباء ہوں، ان کو ترجیح دینا چاہئے اور انھیں خاص طور پر مدعو کیا جانا چاہئے، رسول اللہ ﷺ نے ولیمہ کے بارے میں فرمایا کہ بدترین ولیمہ وہ ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو نظر انداز کردیا جائے، آپ ﷺ کی یہ تعلیم صرف ولیمہ کے لئے مخصوص نہیں تھی؛ بلکہ اس کا مقصد اس دین کے مزاج و مذاق کو بتانا اور زندگی کے تمام مواقع پر اس اُصول کو برتنا ہے۔

یہ ہے روزہ داروں کے لئے رمضان المبارک کا نظام العمل، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ روزہ دار اپنے آپ کو ہر طرح کے گناہ سے بچائے اور بالخصوص زبان کے گناہوں، غیبت، بہتان تراشی، جھوٹ، جھوٹی گواہی وغیرہ سے، کہ یہ روزہ کو ضائع کر دیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھنے اور ان گناہوں سے نہ بچنے والے کے بارے میں فرمایا کہ انھیں محض بھوک و پیاس ہی حاصل ہوتی ہے: كم من صائم ليس له إلا الجوع والعطش۔

آیئے! ہم اپنا جائزہ لیں کہ کیا ہم اس مبارک مہینہ کو رمضان المبارک کے اس نظام العمل کے مطابق گزار رہے ہیں؟ اور نہیں، تو آنے والے دنوں کو اسی نظام کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں۔

☆☆ .... ☆☆

بدین میں قادیانیوں کا قبولِ اسلام

محمد بخش بن گل محمد گرگیز نے (حالیہ پتہ: گوٹھ خدا آباد کھڈھرو تحصیل ٹنڈو باگو ضلع بدین مستقل پتہ: محمود آباد تحصیل کنری ضلع عمرکوٹ) اپنی اہلیہ فاطمہ اور ایک بیٹی خالدہ کے ساتھ قادیانیت پر لعنت بھیج کر مولانا محمد حنیف سیال مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بدین کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ اللہ تعالیٰ اسے ہمت واستقامت عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

ماہِ رمضان کا احترام کیجئے!

مولانا امداد الحق بختیار قاسمی

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں جتنی مخلوقات پیدا کی ہیں، ان میں سب سے افضل و اشرف انسان کو بنایا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ انسان سے بہت محبت رکھتا ہے، وقفہ وقفہ سے ایسے مواقع انسان کو دیتا ہے، جس سے یہ اللہ سے زیادہ سے زیادہ قریب ہوسکے، اس کی رحمتوں کو سمیٹ سکے اور نعمتوں کا مستحق ہوسکے، اپنی کوتاہیوں کو معاف کراسکے اور اپنے نامۂ اعمال کو پاک وصاف کراسکے، رمضان المبارک کا مہینہ ان تمام مواقع میں سب سے اعلیٰ حیثیت رکھتا ہے، صرف اس ایک مہینہ میں اللہ تعالیٰ مختلف انداز سے رحمتوں کی برسات کرتا ہے، کبھی سحر کے ثواب کے اعتبار سے، تو کبھی افطار کی فضیلت کے نام پر، کبھی روزوں کے انعام کی شکل میں، تو کبھی تراویح کے اجر کے طور پر، کبھی فرائض کا ثواب ستر گنا بڑھا کر، تو کبھی نوافل کو فرائض کی حیثیت عطا کر کے، کبھی سحر وافطار کے وقت دعا کی قبولیت کا مژدہ سنا کر، تو کبھی ہزاروں کی تعداد میں جہنم سے رہائی کا پروانہ تھما کر، اللہ تعالیٰ کے یہاں رمضان کا کتنا بڑا مقام ومرتبہ ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگانا مشکل نہ ہوگا کہ اس نے اپنے کلام کے نزول کے لیے اسی ماہ کا انتخاب کیا، اس مہینہ کے انتظار میں ایک سال قبل سے ہی جنت کو آنے والے رمضان کے استقبال میں سجانا شروع کردیا جاتا ہے، نیز اس ماہ کی خوشی اور شادیانے کے طور پر جنت اپنے تمام دروازوں کے ساتھ کھول دی جاتی ہے۔

جب یہ مہینہ آتا ہے تو نہ صرف زمین پر رہنے والے انسانوں کے ماحول میں ایک خوش گوار تبدیلی واقع ہوتی ہے؛ بلکہ آسمان پر بھی اہتمام و احترام اور خوشی ومسرت کا عالم ہوتا ہے، فرشتوں اور جنت کے مکینوں کے درمیان اس مبارک مہینہ کی وجہ سے خوشیوں کا تبادلہ ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے اس مقدس اور بابرکت مہینہ کے پیش نظر سرکش شیاطین کو قید کرلیا جاتا ہے، اسی ماہ کی تیاری کے طور پر جہنم کے تمام دروازے پورے مہینہ کے لیے بند کردیئے جاتے ہیں۔ اس طرح ایک پاک وصاف ماحول انسان کو فراہم کیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ اس ایک مہینہ میں اپنے مقصد کے حوالے سے ان سب کی تلافی کر سکے، جو گیارہ مہینہ میں چھوٹ گئیں ہیں، وہ سب حاصل کرسکے جو وہ چاہتا ہے، اپنے بنانے والے کی بارگاہ اور اس کی نظروں میں قربت کا مقام بلند حاصل کرسکے اور دنیا میں آنے کے اپنے مقصد کو بڑی حد تک حاصل کرسکے۔

رسول اللہ ﷺ کے یہاں رمضان کا اہتمام اور احترام:

رمضان المبارک کا مہینہ آنے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کے یہاں اس کے استقبال کی تیاریاں اس طرح ہوتیں کہ آپ شعبان کے تقریباً پورے مہینہ کے روزے رکھتے؛ تاکہ رمضان کے روزوں کا لطف زیادہ سے زیادہ حاصل ہو، آپ ﷺ صحابہ کو خوش خبری سناتے کہ ایک مبارک مہینہ آنے والا ہے، پھر اس کے فضائل ومناقب بیان فرماتے، اس کے فوائد ومنافع سے آگاہ فرماتے، اس میں غفلت اور سستی نہ برتنے کی وصیت فرماتے، اس سے محروم رہنے والے لوگوں پر افسوس کا اظہار فرماتے۔

خود کا یہ عالم ہوتا کہ آپ کی تلاوت میں اضافہ ہوجاتا؛ حتی کہ جبرئیل امین کے ساتھ قرآن کا دَور ہوتا، آپ کی نمازوں کی کیفیت بدل جاتی، آپ کی سخاوت ہوا کی رفتار سے چلتی اور دریا کی رفتار سے بہتی، کبھی پورے مہینہ کے لیے مسجد میں معتکف ہوجاتے، کبھی بیس (20) دن کے لیے، اخیر عشرہ کا اعتکاف تو آپ نے پوری زندگی بڑے اہتمام سے کیا ہے۔

رمضان المبارک میں آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوجاتا، زیادہ سے زیادہ عبادت، تلاوت اور دوسرے کارِ خیر کی فکر ہمیشہ آپ کے قلب ودماغ پر چھائی رہتی، دعاؤں کا اہتمام بڑھ جاتا، راحت وآرام اور بستر کو الوداع کہہ دیا

جاتا۔آپ ﷺ کا رمضان عبادت وریاضت کا ایک مثالی مہینہ ہوتا تھا۔

رحمتوں کی خدائی بارش اور شیطانی چھتریاں:

ایک طرف تو رمضان کا یہ اہتمام واحترام اللہ اور اس کے رسول کے یہاں ہمیں ملتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ہر گھڑی اہم ہے، ہر ساعت قیمتی ہے، الگ الگ نام اور انداز سے اللہ کی رحمتیں دنیا والوں پر نازل ہوتی ہیں، ہر لمحہ ایسا ہے، جس کا بے صبری سے انتظار کیا جانا چاہیے اور بھرپور طور پر اس میں موجود بشارتوں اور انعامات کو حاصل کرنے کی جان توڑ کوشش کرنی چاہیے، حتی کہ انسانوں میں اس تعلق سے مسابقے کا جذبہ ہونا چاہیے، ایک دوسرے سے آگے نکل کر زیادہ سے زیادہ اور اچھی سے اچھی عبادت کرنے کے جذبات ہونے چاہیے؛ لیکن افسوس کہ سوائے ایک چھوٹی سی جماعت کے اکثر لوگ نہ صرف یہ کہ ان قیمتی اوقات سے غافل رہتے ہیں؛ بلکہ بعض تو ایسے مبارک لمحات میں بھی نفس اور نفسانی خواہشات کی قید وبند میں جکڑے رہتے ہیں، اپنے آس پاس ایسا ماحول بناتے ہیں کہ کوئی نیکی، کوئی سعادت مندی اور کوئی ثواب ان تک پہنچ بھی نہ سکے؛ چنانچہ وہ رمضان المبارک میں بھی اپنی بری عادتوں اور اپنے غلط معمول سے باز نہیں آتے، گویا ان کا شیطانی نفس اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے آگے اپنی نفسانی اور شیطانی چھتری تان کر کھڑا ہو جاتا ہے کہ کہیں کوئی رحمت اس پر پڑ نہ جائے۔معاذ اللہ!

موبائل اور ٹی وی کا اثر رمضان پر:

چنانچہ مرد وخواتین، نوجوان بچے اور بچیوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے، جو رمضان کے مقدس اوقات بھی ٹی وی یا موبائل کی نذر کردیتے ہیں، اسلامی نام کے بہت سے چینل خاص رمضان میں شروع ہوتے ہیں، جن پر رمضان کی مناسبت سے پروگرام پیش کیے جاتے ہیں، ایک اچھی خاصی تعداد ایسے پروگرام بھی دیکھتی ہے، نیز بعض تو سیریل کی زنجیر میں ایسے پھنسے رہتے ہیں کہ ایک کے بعد دوسرے اپی سوڈ (Episode) کو دیکھنے کے لیے بے تاب رہتے ہیں، نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے کہ رمضان کے مبارک مہینہ میں بھی موبائل کی لت ان سے نہیں چھوٹتی، وہ کبھی فیس بک پر رہتے ہیں، کبھی واٹس ایپ میں، کبھی ٹویٹر پر، تو کبھی انسٹا گرام پر، نیز کبھی ویڈیو گیم کھیلنے، تو کبھی ریل کا مشاہدہ کرنے میں وقت گزارتے ہیں، اس طرح وہ رمضان کی بے حرمتی کے مرتکب ہوتے ہیں اور بجائے سعادت اور نیکی کے اپنے حصہ میں بدبختی، بدنصیبی اور محرومی جمع کرتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہت سے روزہ دار ایسے ہیں، جنہیں بھوک کی شدت کے سوا روزہ کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر:121)

رمضان پر تجارت کا اثر:

ہمارے بہت سے مسلمان تاجر ایسے ہیں، جن کی تجارت رمضان المبارک میں بہت چلتی ہے، جیسے کپڑے والے، جوتے چپل والے، فروٹ والے اور درزی وغیرہ، حتی کہ بعض کے لیے تو یہ سالانہ سیزن ہوتا ہے، وہ اپنی سالانہ آمدنی کا بڑا حصہ اسی مہینہ میں کماتے ہیں؛ لہٰذا ان کی توجہ رمضان کی عبادتوں سے زیادہ اپنی تجارت کے فروغ اور زیادہ سے زیادہ تجارت کرنے پر رہتی ہے، حتی کہ بعض تو ایسے بھی ہیں، جو اپنے کاروبار کے چکر میں تراویح نہیں پڑھتے، بعض نوافل کا اہتمام نہیں کرتے، بعض قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتے یا بہت معمولی کرتے ہیں اور بعض تو ایسے ہیں کہ وہ روزہ سے بھی محروم رہ جاتے ہیں، اللہ اکبر! یہ کیسی محرومی کی بات ہے کہ رمضان جیسا متبرک مہینہ ایک مسلمان بغیر روزے کے گزارے! آخر ایک ایمان والا اس کی ہمت کیسے کرسکتا ہے!

یہ انتہاء درجے کی بدنصیبی اور محرومی ہے، یہ رمضان المبارک کی بے احترامی اور بے وقعتی ہے، یہ اللہ کے انعام کو ٹھکرانا اور اس سے منہ موڑنا ہے، بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اپنے لیے اور اہل وعیال کے لیے روزی کمانا بھی شرعی فریضہ ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے؛ لیکن نماز چھوڑ کر، روزے چھوڑ کر اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو توڑ کر جو روزی کمائی جائے گی، وہ پیٹ کی بھوک کو تو راحت پہنچا سکتی ہے؛ لیکن دل ودماغ کی تسکین کا باعث نہیں بن سکتی، ایسی تجارت روزی کے ساتھ ساتھ نحوست بھی لائے گی، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تو یہ صفت بیان کی ہے:

”رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْأَبْصَارُ“(سورۃ النور:37)

ترجمہ: وہ ایسے لوگ ہیں، جنہیں نہ کوئی تجارت اور نہ کوئی خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے، نماز قائم کرنے سے، زکات دینے سے غافل رکھتی ہے، وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں، جس میں دل اور نگاہیں پلٹ جائیں گی۔

بلکہ اللہ کے بندے تو ایسی تجارت کرتے ہیں، جس میں کبھی گھاٹا نہیں ہوتا اور وہ تجارت درج ذیل ہے:

”إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَنْ تَبُورَ۔ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ۔“

(سورۃ الفاطر:29-30)

ترجمہ: ”یقیناً جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، پوشیدہ اور علانیہ طور پر ہمارے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں، جس میں کبھی نقصان نہیں ہوتا؛ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو پورا پورا اجر دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ بھی دے؛ یقیناً وہ بڑا بخشنے والا اور قدر دان ہے۔“

یقیناً دنیا داروں کے لیے بھی رمضان کا مہینہ ایک سیزن ہے، پیسے کمانے، مال بڑھانے اور دنیا جمع کرنے کا بہترین موقع ہے اور اللہ کے نیک اور باتوفیق بندوں کے لیے بھی یہ مہینہ ایک سیزن اور نیکیوں کا موسم بہار ہے، جس میں وہ نیکیوں کا انبار جمع کرتے ہیں، تلاوت، تراویح، روزہ اور دیگر عبادات میں اپنی محنت و مشقت اور اپنا وقت خرچ کر کے ایسی تجارت کرتے ہیں، جس میں تاجر ہمیشہ سرخ رو ہوتا ہے اور بڑے فائدہ کا حق دار بن جاتا ہے۔

ایک دنیا کے لیے تجارت ہے اور ایک آخرت کے لیے ہے، دونوں کو نفع ہوتا ہے؛ لیکن دونوں میں زمین و آسمان جیسا فرق ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کر دیا ہے:

”اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا۔“

ترجمہ: ”مال و اولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور جو نیکیاں ہمیشہ رہنے والی ہیں، آپ کے رب کے نزدیک ان کا ثواب بھی بہتر ہوگا اور ان کے ساتھ وابستہ توقع (اور اس کا نتیجہ) بھی اچھا ہوگا۔“ (سورۃ الکہف:26)

جو لوگ روزے نہیں رکھتے وہ کس درجہ محروم اور بدنصیب ہیں، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں اپنا دشمن قرار دیا ہے، رسول اللہ ﷺ کی وعید ہے:

”ثَلَاثٌ مَنْ حَفِظَهُنَّ فَهُوَ وَلِيِّ حَقًّا، وَمَنْ ضَيَّعَهُنَّ عَدُوِّي حَقًّا: الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالْجَنَابَةُ۔“

(المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث نمبر:8961)

ترجمہ: ”تین چیزوں کی حفاظت جس نے کی، وہ واقعتاً میرا دوست ہے اور جس نے انھیں ضائع کیا، وہ درحقیقت میرا دشمن ہے: نماز، روزہ اور جنابت“

بازار بازی اور رمضان:

بہت سے لوگ رمضان جیسے سنہرے موقع کو منظم نہیں کرتے، پہلے سے اس کی تیاری نہیں کرتے، رمضان میں پیش آنے والی ضرورتوں کا پہلے سے انتظام نہیں کرتے، عید کے انتظامات بھی قبل از وقت نہیں کرتے، جس کے نتیجہ میں وہ رمضان المبارک کا بڑا حصہ بازار اور خرید و فروخت میں ضائع کر دیتے ہیں، سحر و افطار کے سامان کے انتظام میں کافی وقت بازار میں گزارتے ہیں، اور پھر پندرہ رمضان کے بعد تو مساجد کی رونق ماند پڑ جاتی ہے اور بازار کی چمک دمک اور چہل پہل میں غیر معمولی اضافہ ہو

ظہرانے میں شرکت

پچھلے دنوں راقم ڈیرہ اسماعیل خان گیا، کئی ایک اہم مدارس میں بیانات ہوئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ڈیرہ اسماعیل خان کی طرف سے دیئے گئے ظہرانہ میں شرکت کی۔ ظہرانہ میں مجلس ڈیرہ کے نائب امراء: قاری عبداللطیف، پروفیسر شعیب احمد گنگوہی، نظماء: مولانا احمد حسن، قاری محمد عرفان، قاری عنایت اللہ عثمانی، ناظم تبلیغ: مولانا محمد رمضان ثاقب، مولانا محمد اسلم معاویہ، مولانا قاری احسان اللہ احسان، ناظم نشر و اشاعت: مفتی نقیب اللہ، قاری خرم ندیم، قاری شمس الدین ثانی، ناظم مالیات/خزانچی: قاری حفیظ اللہ، مولانا برکت اللہ، حاجی محمد عابد، سالار: حافظ محمد رمضان، محمد صدیق و دیگر نے شرکت کی۔ ظہرانہ میں امیر محترم نے بتلایا کہ ہم بھکر روڈ پر قبرستان سے متصل قطعۂ اراضی دفتر کے لئے خریدنا چاہتے ہیں، اس کے لئے دعا کی گئی۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

جاتا ہے۔ ہماری بعض خواتین تو اخیر عشرہ کی راتیں بازار میں ہی گزارتی ہیں، ان کو شب قدر سے زیادہ نئے ڈیزائن کے کپڑوں اور نئے ماڈل کی سینڈلوں کی تلاش رہتی ہے؛ جب کہ اخیر عشرہ میں اللہ کی رحمت، عنایت، توجہ اور انوار وبرکات کا نزول پہلے سے زیادہ ہونے لگتا ہے اور اس قیمتی عشرہ کو ہمارا معاشرہ بازار بازی کی نذر کر دیتا ہے، اللہ کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہے اور ہم بازار کی طرف: کتنے افسوس کا مقام ہے! کاش ہمارے اندر عقل اور تمیز ہوتی! رمضان کی مقدس ساعات بدترین جگہ میں ہم گزارتے ہیں؛ چناں چہ بازار کے تعلق سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

''أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ أَسْوَاقُهَا۔''

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہترین جگہ مسجدیں ہیں اور سب سے بدترین جگہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بازار ہیں۔'' (صحیح مسلم، باب أحب البلاد إلی اللہ مساجدہا، حدیث نمبر: 671)

رمضان کے ناقدروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ:

اس مبارک مہینہ کی ناقدری کرنے والے کو کبھی حضرت جبرئیلؑ نے اس طرح بددعا دی: ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوسکی، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی، کبھی آپ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا: بدبخت ہے وہ شخص جو اس ماہ مبارک میں بھی بارانِ رحمت سے محروم رہا۔ (کنز العمال، حدیث نمبر: 23693) کہیں آپ نے فرمایا: جس کی رمضان میں مغفرت نہ ہوسکی تو پھر کب ہوگی! (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر: 8963)

رمضان المبارک کے مہینہ میں بھی جو لوگ گناہوں میں ملوث رہتے ہیں، ان کے بارے میں اللہ کے نبی کی وعید ہے کہ اگلے ایک سال تک فرشتے ان پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (کنز العمال، حدیث نمبر: 23724)

ایک روایت میں اللہ تعالیٰ کے نبی کا فرمان ہے: ''میری امت اس وقت تک ذلیل و خوار نہیں ہوسکتی، جب تک وہ روزوں کا اہتمام کرتی رہے۔'' (کنز العمال، حدیث نمبر 23701)

کہیں رمضان کے ناقدروں کے بارے میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگ بھوکے پیاسے رہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے اس عمل کی کوئی وقعت اور اہمیت نہیں۔

آخری پیغام:

لہٰذا رمضان المبارک کے موقع کو ہمیں غنیمت سمجھنا چاہیے، اس کی ایک ایک ساعت اور گھڑی کے ہم قدر کرنے والے بنیں، روزہ، تراویح اور اعتکاف کے ساتھ ساتھ تلاوت اور دیگر عبادتوں کا بہت اہتمام کرنا چاہیے، اس مقدس مہینہ میں ہر طرح کے گناہ سے پرہیز کرنا بے حد ضروری ہے، اپنے آپ کو رمضان کی مخصوص عبادتوں کے لیے زیادہ سے زیادہ فارغ کر لینا چاہیے، تجارت اور کاروبار میں کم سے کم وقت خرچ کرنا چاہیے، خرید و فروخت بالکل محدود کر دینی چاہیے، ٹی وی، موبائل اور بازار میں وقت گزارنے سے بالکل دور رہیں؛ تاکہ رمضان کی رحمتیں، برکتیں اور نیکیاں زیادہ سے زیادہ حاصل کر سکیں اور خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم رمضان کے محروم لوگوں میں شامل ہو جائیں، بجائے سعادت مندی کے بدبختی ہمارے ہاتھ آئے، بجائے رحمت الٰہی کے فرشتوں کی لعنت ہم پر برسیں اور نہ جانے ان سب کی تلافی کے لیے اگلا رمضان ملے یا نہ ملے!

☆☆ .... ☆☆

ماہانہ درسِ ختم نبوت، پنوعاقل

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پنوعاقل کے زیر اہتمام ۲۴/جنوری ۲۰۲۵ء کو پنوعاقل کی دو مرکزی مساجد میں ۲۸ واں ماہانہ درس ختم نبوت کے سلسلہ میں بیانات ہوئے۔ جس کی سرپرستی حضرت سائیں غلام اللہ ہالیجوی صاحب امیر جے یو آئی تعلقہ پنوعاقل جبکہ صدارت قاری عبدالقادر چاچڑ صاحب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پنوعاقل نے کی۔ مرکزی جامع مسجد میں مولانا تجمل حسین مبلغ نواب شاہ جبکہ مسجد خاتم النبیین (شیش محل مسجد) میں مولانا محمد حسین ناصر مبلغ سکھر کے بیانات ہوئے۔ اس موقع پر دونوں پروگراموں کو کامیاب بنانے کے لیے مولانا توصیف احمد جالندھری ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت، محمد زمان انڈھڑ خازن مجلس تحفظ ختم نبوت، حاجی بشیر احمد شیخ، جمال ناصر بھٹو صدر پیپلز پارٹی پنوعاقل، ایڈوکیٹ طارق حمید قریشی اور دیگر احباب نے خوب محنت کی۔ اللہ تعالیٰ سب کی محنتوں کو قبول فرمائے۔

غزہ.....جی ہاں! یہ فتح ہی ہے

جناب آصف محمود صاحب

غزہ برباد ہو چکا ہے، شاید ہی کوئی گھر سلامت ہو، 50 ہزار کے قریب لوگ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ ہسپتال باقی ہیں نہ تعلیمی ادارے، غزہ آج بھی محاصرے میں ہے، اس کے ہر طرف اسرائیل کی عملداری ہے۔ اہل فکر سوال اٹھا رہے ہیں کہ کیا اس تباہی کو فتح کہا جا سکتا ہے؟ اور جواب یہ ہے کہ جی ہاں! اس سب کے باوجود اسے فلسطینیوں کی فتح ہی کہا جائے گا۔ 1948ء سے اب تک، فلسطینیوں کی پہلی فتح۔ ٹائمز آف اسرائیل کے ڈیوڈ ریس کے مطابق اسرائیل کی پہلی شکست۔ یہ جواب نہ جذباتیت پر مبنی ہے اور نہ ہی اس کا مقصد قارئین سے اپنی ''واہ، واہ'' کرانا ہے۔

پاپولزم کی لعنت سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا ہے اور دعا ہے کہ وہ آئندہ بھی اس سے محفوظ ہی رکھے۔ یہ قیامت صرف غزہ پر نہیں، ہر اس شخص کے دل پر بیتی ہے جس میں انسانیت کی کوئی رمق موجود ہے۔ یہ ایسا موضوع ہی نہیں جس پر کوئی اس لیے لکھے کہ اس کی ''واہ، واہ'' ہو جائے۔ اسرائیل نے غزہ پر حملہ کیوں کیا، اس کے اہداف کیا تھے؟ کیا وہ محض اپنے قیدی چھڑوانے آیا تھا؟ جی نہیں۔ وہ ان ہی عزائم کے ساتھ آیا تھا، جن عزائم کے ساتھ اس نے 1948ء میں فلسطینیوں پر قیامت ڈھائی تھی۔

تب، وہ ان علاقوں پر حملہ آور ہوا تھا جو علاقے اقوام متحدہ نے فلسطینی ریاست کو دیئے تھے۔ فضائیہ، آرٹلری اور زمینی دستوں کی مدد سے اس وسیع پیمانے پر قتل عام ہوا کہ صرف ایک ہفتے کے اندر 8 لاکھ کے قریب فلسطینی اپنے ہی علاقوں سے ہجرت کر گئے۔ ان کی زمینوں اور گھروں کو پہلے ملٹری زون قرار دے کر ضبط کر لیا گیا پھر وہاں یہودی بستیاں قائم کر لی گئیں۔ دیر یاسین، عین کارم، نطاف، بیت عنان، الحالہ، مخاس، عرتوف، عقور، خربۃ العمور، الجورہ، عماش، ام لیسون، دیر الشیخ، کس کس کی بات کریں؟ سینکڑوں گاؤں تھے جو ملیامیٹ کر دیئے گئے اور تاثر دیا گیا کہ یہاں کبھی کچھ تھا ہی نہیں۔

اسرائیل یہی فارمولا لے کر غزہ میں حملہ آور ہوا تھا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ شمالی غزہ کو بالکل برباد کر دیا جائے، یہاں کے لوگوں کو یہاں سے نکال دیا جائے، انہیں صحرائے سینا اور کانگو بھیج دیا جائے اور اس کامل بربادی کے بعد یہاں اسرائیلی بستیاں آباد کی جائیں اور یہ کوئی خیالی بات نہیں۔

اسرائیل میں اسے ''جرنیلی منصوبہ'' کہا جاتا ہے اور اس کے خالق جنرل آئلینڈ ہیں۔ یاد رہے کہ یہ منصوبہ اکتوبر کے واقعے سے پہلے ہی منظر عام پر آ چکا تھا۔ منصوبہ کیا تھا؟ جنرل آئلینڈ کے الفاظ میں اس کا پہلا مرحلہ یہ تھا کہ: ''غزہ کو مکمل تباہ کیا جائے، بوڑھی عورتوں تک پر کوئی رحم نہ کیا جائے، یہی تو ہیں جنہوں نے مزاحمت کاروں کو جنم دیا ہے۔ شمالی غزہ کی مکمل بربادی، ایسی بربادی جس کے بعد وہاں رہنا کسی کے لیے ممکن نہ رہے۔''

نومبر میں، جنرل آئلینڈ کو (جو اب فوج کا باقاعدہ حصہ نہیں مگر ان کا ریٹائرڈ افسران پر مشتمل تھنک ٹینک اب بھی غیر معمولی حیثیت رکھتا ہے اور اسرائیلی پارلیمان اس کو بلا کر اس سے راہنمائی لیتی ہے) باقاعدہ بریفنگ دی گئی کہ جنرل پلان کے پہلے حصے پر عمل ہو چکا ہے اور 95 فیصد فلسطینی شمالی غزہ خالی کر کے جا چکے ہیں۔ جو باقی بچ گئے، ان کو ''دہشت گرد'' قرار دے کر گولی مارنے کا حکم دے دیا گیا اور اس حکم پر عمل درآمد کے لیے یہی کافی تھا کہ کوئی شخص شمالی غزہ میں نظر آ جائے۔ عورت ہونا، بچہ ہونا یا بوڑھا ہونا بے معنی تھا۔ حکم بڑا سادہ تھا کہ جو شمالی غزہ میں دیکھا جائے، مار دیا جائے۔ جنرل پلان کا دوسرا مرحلہ یہ تھا کہ شمالی غزہ کو ''کلوزڈ ملٹری زون'' قرار دیا جائے۔ (بالکل ایسے ہی جیسے 1948ء میں فلسطینیوں کو ان کے علاقوں سے بے دخل کر کے انہیں کلوزڈ ملٹری زون' قرار دیا گیا اور بعد میں وہاں یہودی بستیاں بسا لی گئی یا جنگل اگا لئے گئے تا کہ فلسطینیوں کی یادداشت سے یہ سب محو ہو جائے)۔

اسرائیل کے وزیر زراعت نے کہا: ہم ان کے ساتھ وہی کریں گے جو ہم نے ان کے ساتھ 1948ء میں کیا تھا۔ جنرل پلان کا تیسرا مرحلہ یہ تھا کہ ان لوگوں کو کہیں اور منتقل کر دیا جائے۔ اسرائیل کی وزارت انٹیلی جنس کی جانب سے اس کی سربراہ گیلا گیمیل نے باقاعدہ رپورٹ جاری کر دی کہ انہیں مصر کے صحرائے سینا میں دھکیل دیا جائے۔ افریقا کے چند ممالک سے مذاکرات ہونے لگے کہ وہ ان فلسطینیوں کو اپنے علاقوں میں آباد کر لیں تاکہ ان سے اسرائیل کی مکمل جان چھوٹ جائے۔ محترمہ کو اتنا یقین تھا کہ وہ فرماتی رہیں کہ جنگ کے خاتمے پر شمالی غزہ کی بچ جانے والی آبادی کو ہم کانگو بھجوا دیں گے اور اس کے لیے ہماری حکومت کانگو سے بات چیت چل رہی ہے۔ اب ہوا کیا؟ اس سب کے برعکس، اس کے بالکل الٹ۔ غزہ بے شک برباد ہو گیا، لیکن غزہ خالی نہیں ہوا۔ غزہ والے نہ صحرائے سینا گئے، نہ کانگو گئے۔ وہ اپنے ہی گھروں کے ملبے پر بیٹھے ہیں۔ وہ نہتے تھے اور نہتے ہیں لیکن انہوں نے 1948ء کی تاریخ نہیں دہرائی۔ اب کی بار وہ ہجرتی نہیں ہوئے۔ وہ جیے یا مرے، اپنی ہی زمین پر۔ انہوں نے اپنا آخری مورچہ خالی نہیں کیا۔ جو انہیں کانگو بھیجنے کی باتیں کر رہے تھے، وہ ان سے مذاکرات کرنے پر مجبور ہوئے۔ جو لوگ اسی طرح 1948ء میں اپنے علاقوں سے بے دخل کیے گئے تھے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے باوجود اسرائیل نے انہیں آج تک واپسی کا حق نہیں دیا۔ ساری دنیا اقوال زریں سناتی رہی لیکن انہیں واپسی کا حق نہ دلوا سکی۔ جو حق اقوام متحدہ میں بیٹھے عالمی ٹرانس جینڈرز انہیں نہ دلوا سکے، غزہ والوں نے اپنا یہ حق اپنی قربانیوں سے خود لے لیا۔

غزہ کے لوگوں کی اکثریت 1948ء کے قتل عام میں ہجرت کر جانے والے مہاجرین کی ہے۔ ان کی کیفیت کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ وہ ایک زمانے میں امن کے وقفے کی تلاش میں ہی اپنے گھروں سے نکل کر یہاں تھے۔ اب یہاں سے وہ بھاگ کر کہیں جانے کو تیار نہیں۔ ان کی دنیا اور ان کی دانش ہم جیسوں سے مختلف ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے عشروں سے اسلام آباد جیسے پُر امن شہر میں بیٹھ کر معاملات کو دیکھ رہے ہیں۔ ہم شاید یہ نہ سمجھ سکیں کہ وہ اپنے گھروں کے ملبے پر بیٹھ کر خوش کیوں ہیں۔ وہ ہزاروں لوگ مروا کر فتح کا نشان کیوں بنا رہے ہیں۔ کل کیا ہو گا، خدا ہی جانتا ہے۔ ابتلا اور آزمائش کا نیا دور بھی شروع ہو سکتا ہے، لیکن آج وہ اپنے مورچے پر کامیاب ہیں، کامران ہیں، اسے فتح ہی لکھا جائے گا۔ ☆☆

اجلاس علمائے کرام

گوادر (مولانا عبدالغنی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھیوں کو کچھ ذرائع سے اطلاع ملی کہ یہاں گوادر میں ریئل اسٹیٹ والا قادیانیت کی تبلیغ کر رہا ہے، تحقیق کر کے پتہ چلا کہ ایک شخص کو مالی تعاون کرنے کی پیشکش کی ہے (اور یہ دبے الفاظ میں کہہ رہا ہے ہم یعنی قادیانی نئے مسلمان ہیں اور یہ پرانے مسلمان ہیں) یہ سارا معاملہ تحریراً ہمارے پاس موجود ہے۔ مقامی علماء کرام سے مشاورت کے بعد علماء کرام کا اجلاس بلایا گیا جس میں مولانا عبدالحمید انقلابی صاحب سرپرست عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا محمد ریاض، مولانا احمد شاہ، مولانا خیر فاروقی ضلعی جنرل سیکریٹری جمعیت علمائے اسلام، اورماڑا سے مولانا امین، مولانا سجاد، جیوانی سے مولانا فراز، مولانا لیاقت امیر جماعت اسلامی، اہلحدیث مکتب فکر کے مولانا شعیب، بریلوی مکتبہ فکر کے مولانا نبیل، مولانا انس رضوی، ریئل اسٹیٹ کے میاں اعجاز محمود، محمد شکیل اسی گوادر شہر کے تقریباً 60 علماء کرام کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں یہ مطالبات متفقہ طور پر طے ہوئے کہ اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ اگر اس قادیانی کے خلاف قانونی کارروائی نہ کی گئی (یا اس کے علاوہ کوئی بھی جو قادیانیت کی تبلیغ کرے) تو مسلمان اس کے متعلق اقدامات کرنے پر مجبور ہوں گے۔ دوسرے دو اشخاص سے متعلق کچھ شواہد موجود ہیں کہ یہ دونوں قادیانی ہیں۔ ان پر بھی نظر رکھی جائے تاکہ یہ مسلمانوں کو گمراہ نہ کریں۔ ان مطالبات پر اجلاس کے تمام علماء کرام نے اتفاق کیا اور اے ڈی سی صاحب سے ملاقات کی اور تمام مطالبات ان کے سامنے پیش کیے، اے ڈی سی صاحب نے یقین دہانی کرائی کہ ڈی پی او صاحب سے میٹنگ کر کے ان شاء اللہ! ان پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ راقم الحروف بحیثیت مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تمام علماء کرام بالخصوص وہ معاونین علماء کرام جنہوں نے اس اجلاس کے حوالے سے فکر کی، محنت کی اسی طرح سرپرستی کرنے والے علماء کرام مولانا عبدالحمید انقلابی اور مولانا ریاض کا تہہ دل سے مشکور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی مکرم شفیع دوعالم امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے قبول فرمائے، آمین ثم آمین، یا الٰہ العالمین۔

مدارس رجسٹریشن کا تاریخی پس منظر اور
مدارس کی بنیادی روح

خطاب:..... حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
ضبط وترتیب:.... مولانا راشد حسین صاحب

حضراتِ اساتذۂ کرام اور میرے طالب علم ساتھیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مجھے افسوس ہے کہ اس سال آپ حضرات سے افتتاحی اجلاس کے بعد اجتماعی طور پر بات کرنے کا کوئی موقع نہیں ملا۔ اس کی ایک وجہ تو میری مصروفیات ہیں اور دوسرے یہ کہ جب کبھی خیال آتا تھا تو امتحان قریب ہوتا تھا، لہٰذا یہ سوچ کر کہ آپ حضرات امتحان کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے، اس معاملے کو مؤخر کیا جاتا رہا۔ لیکن اس وقت ایک فوری ضرورت بھی پیش آگئی، اور وہ یہ کہ آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ مدارس کی رجسٹریشن کے سلسلے میں ایک بحث پورے ملک میں چل رہی ہے کہ مدارس کو سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹر کیا جائے یا وزارتِ تعلیم کے تحت؟ اس سلسلے میں ہمیں کافی تگ ودو بھی کرنی پڑی، اور اسی سلسلے میں کل اور پرسوں میرا اسلام آباد بھی جانا ہوا۔ بہت سے حضرات اس بات کے خواہش مند تھے، اور میرے کچھ عزیز طلبہ نے بھی یہ خواہش ظاہر کی کہ اس سلسلے میں ہمیں بھی صورتحال سے باخبر کیا جائے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ اس موقع پر اس معاملے کی صحیح حقیقت آپ حضرات کو بتائی جائے، اور اب تک جو کارروائی ہوئی ہے، اس کا خلاصہ آپ حضرات کے سامنے پیش کیا جائے۔

عالمِ اسلام پر مغربی طاقتوں کے تسلّط سے پہلے کا نظامِ تعلیم:

سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارے موجودہ مدارس کی حیثیت کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ انگریز کے آنے سے پہلے پورے عالمِ اسلام میں ایک ہی نظامِ تعلیم رائج تھا، اس میں دینی اور دنیاوی علوم کی کوئی تفریق نہیں تھی، بلکہ ایک ہی نظامِ تعلیم کے تحت مفسّر بھی پیدا ہوتے تھے، محدّث بھی، فقیہ بھی، ریاضی دان بھی، فلسفی بھی اور سائنس دان بھی پیدا ہوتے تھے۔

مسلمانوں نے علمِ ریاضی اور علمِ طب کی جو عظیم خدمت کی ہے، اسے آج بھی دنیا مانتی ہے۔ یہ خدمات انجام دینے والوں میں بہت سے حضرات وہ ہیں جو ایک طرف محدّث بھی تھے، فقیہ بھی تھے، اور ساتھ ہی طبیب بھی تھے، سائنسدان بھی تھے، اور فلسفی بھی تھے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جن کی کتابیں ہم پڑھتے ہیں، جن کی تفسیر جلالین ہمارے نصاب میں شامل ہے، ان کی کتابیں دوسرے دنیاوی علوم پر بھی موجود ہیں۔ علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ جو مالکی فقیہ ہیں اور فقہ مالکی کا بہت بڑا مرجع ہیں، وہ ایک طرف فقیہ تھے اور دوسری طرف بہت بڑے فلسفی بھی تھے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ بھی تھے، فقہ کے موضوع پر ان کی تفصیلی کتاب کئی جلدوں میں "الوسیط" کے نام سے موجود ہے جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہے، آپ جانتے ہیں کہ وہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے فلسفی بھی تھے۔ چنانچہ پہلے دین ودنیا کی تفریق کے بغیر علوم اس طرح پڑھائے جاتے تھے کہ دین کا بنیادی علم سب کو حاصل ہوتا تھا، پھر ہر ایک کسی اختصاص کا بھی حامل ہوجاتا تھا، چنانچہ ایک طرف کوئی ریاضی دان ہے، سائنسدان ہے، طبیب ہے، تو وہ مسلمان ریاضی دان ہوتا، مسلمان سائنسدان ہوتا اور مسلمان طبیب ہوتا، یعنی دین اس کے اندر رچا بسا ہوتا، اور ساتھ ہی وہ متعلقہ علوم میں بھی ماہر ہوتا تھا۔

برصغیر میں مغربی نظامِ تعلیم کا غلبہ اور دینی علوم کے تحفظ کی تحریک:

یہ سلسلہ اس وقت تک چلا آتا تھا جب تک کہ عالمِ اسلام پر مغربی طاقتوں کی حکومت قائم نہیں ہوئی، لیکن جب ہمارے برصغیر پر انگریز آیا یا مغربی طاقتیں آئیں، اور ان سے پہلے یہاں پر ڈچ حکومتیں بھی رہیں، فرانسیسی حکومتیں بھی رہیں اور دوسرے عرب ممالک میں زیادہ تر فرانس کا غلبہ رہا، تو جب مغربی طاقتیں سیاست پر غالب آئیں تو انہوں نے ہمارے نظامِ تعلیم کو بالکل تبدیل کر کے اس کو ایک لادینی نظام بنا دیا جس میں دین کا کوئی تصوّر نہیں تھا۔ یہی ہر جگہ ہوا ہے، اور خاص طور پر برصغیر میں

ایسے کالج اور یونیورسٹیاں قائم کر دی گئیں جن میں دین کے علوم کی کوئی پرچھائیں نہیں تھیں، بس نام کی اسلامیات پڑھا دی جاتی تھی جس میں طالب علم کو نہ یہ پتہ ہوتا تھا کہ نماز کیسے پڑھی جاتی ہے؟ نماز کے کیا احکام ہوتے ہیں اور طہارت کے کیا احکام ہوتے ہیں؟ نہ روزے اور حج و زکوٰۃ کے احکام کا کچھ پتہ ہوتا تھا، ایسی یونیورسٹیاں انہوں نے قائم کر دیں۔

ان یونیورسٹیوں کے قائم کرنے کے بعد ہمارے اکابر علماء؛ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے تو انگریز کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے ۱۸۵۷ء کی جنگ میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ انگریز کے خلاف جہاد کیا اور اس جہاد میں ایک حصے پر فتح بھی پالی اور وہاں ان کی حکومت بھی قائم ہوئی۔ کیرانے میں ان کی حکومت کا ایک مرکز قائم ہوا اور وہاں یہ نعرہ بلند ہوتا تھا کہ: "نام اللہ کا اور حکم رحمت اللہ کا۔" یعنی حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کا۔ اور اسی میں شاملی کے محاذ پر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ شرکت کی اور ان کا ایک توپخانہ بھی قبضے میں لے لیا اور جہاد کا سلسلہ شروع کیا، لیکن مقدرات ہیں کہ وہ جہاد اس معنیٰ میں کامیاب نہ ہو پایا کہ اس جہاد کے نتیجے میں مکمل فتح نصیب نہ ہوئی، اور انگریز نے سخت تشدد کر کے اس تحریک کو دبا دیا۔

جب تحریک دب گئی تو اس وقت ہمارے ان حضرات نے یہ محسوس فرمایا کہ اب اس وقت جہاد کے ذریعے اور تلوار کے ذریعے انگریز کو فتح کرنا مشکل ہے، لیکن اس نے جو نظامِ تعلیم جاری کر دیا ہے، اس نظام تعلیم کی وجہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے قرآن و سنت کے علوم ختم ہو جائیں اور کوئی قرآن پڑھنے والا، حدیث جاننے والا اور فقہی مسائل بتانے والا باقی نہ رہے۔ اس خطرے کے پیشِ نظر انہوں نے کہا کہ ہم کسی طرح کم از کم اپنے قرآن و حدیث اور فقہ کے علوم کو محفوظ کر لیں، چنانچہ اس غرض کے لیے دارالعلوم دیوبند قائم ہوا۔

دارالعلوم دیوبند کے قیام کا اصل مقصد:

دارالعلوم دیوبند کے قیام کا اصل مقصد یہ تھا کہ غیر ملکی اور غیر مسلم طاقتوں کے اس منصوبے کے سامنے بند باندھا جائے کہ مسلمانوں کے دلوں سے قرآن و حدیث کو کھرچ دیا جائے، اور ان کے لیے ایسے ادارے قائم کر دیئے جائیں جہاں پر یہ دنیا کی تعلیم حاصل کر کے اسی میں مست ہو جائیں گے، اسی میں کھائیں کمائیں اور اسی کے اندر برتری حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہیں، اور اس طرح وہ ذہنی طور پر ہمارے غلام ہو کر زندگی گزاریں۔ دیوبند کی یہ تحریک درحقیقت اسی کام کے لیے تھی کہ مسلمانوں کے تشخص اور اپنے قرآن و سنت کے علوم کو صحیح شکل میں محفوظ رکھنے کے لیے ایک ادارہ قائم کیا جائے، اور ایسے لوگ پیدا کیے جائیں جو قرآن و سنت کے علوم میں ماہر ہوں، لوگوں کو صحیح دینی رہنمائی فراہم کر سکیں، کوئی مسئلہ پوچھے تو اسے وہ مسئلہ بتا سکیں اور کوئی دینی رہنمائی حاصل کرنا چاہے تو ان سے رہنمائی حاصل کر لے۔ یہ تھا مقصود درحقیقت دارالعلوم دیوبند کا۔

پاکستان میں دینی مدارس کا قیام:

جب پاکستان بنا تو پاکستان بننے کے بعد ہمارے حضرت والدِ ماجد مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ (بانی جامعہ دارالعلوم کراچی) نے ایک تقریر میں یہ بات فرمائی کہ پاکستان بننے کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم واپس اس جگہ پر پہنچ جاتے جو ہمارے اسلاف کا اصلی طریقہ تھا کہ ایک ایسا نظامِ تعلیم ہو جس میں ہر علم و فن کی تعلیم دی جائے اور اس میں دین بھی رچا بسا ہو اور کچھ قرآن و حدیث کے علوم کے اندر اختصاص رکھنے والے بھی پیدا کیے جائیں، جس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک خاص حد تک سب لوگ ایک جیسی تعلیم حاصل کریں، اس کے بعد جو شخص ڈاکٹر بننا چاہتا ہے وہ ڈاکٹر بن جائے، جو انجینئر بننا چاہتا ہے وہ انجینئر بن جائے، جو عالم اور مفتی بننا چاہتا ہو وہ عالم و مفتی بن جائے، لیکن سب دین کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں۔

حضرت والد صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ہم نے شروع میں اس کی کوشش کی کہ کسی طرح ایسا نظامِ تعلیم ملک میں جاری ہو جائے، لیکن چونکہ جو اربابِ حکومت تھے وہ اسی نظامِ تعلیم سے نکل کر آئے تھے جو علی گڑھ کا نظامِ تعلیم تھا اور جو انگریز نے قائم کیا تھا، لہٰذا ان کے ذہن اس کو قبول کرنے کے لیے پوری طرح تیار نہیں تھے۔ جب ہم نے یہ دیکھا کہ ابھی ذہن اس کے لیے تیار نہیں ہیں اور پاکستان میں صحیح اسلامی نظام اور صحیح نظامِ تعلیم قائم کرنے کے لیے ہمیں بڑی طویل جدوجہد کرنی پڑے گی، تو ایسا نہ ہو کہ اس طویل جدوجہد میں ہماری قرآن و سنت کے علوم کی یہ گٹھڑی ضائع ہو جائے، لہٰذا یہ سوچ کر یہاں مدارس قائم کیے گئے اور تب حضرت والد صاحب قدس سرہٗ نے یہ دارالعلوم ۱۹۵۱ء میں قائم کیا۔ اس

مدارس کی روح، مدارس کا مزاج اور ان کو برقرار رکھنے کی صورت:

ہمارا اصول یہ ہے کہ ہمارا عملی سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کون سی حکومت آ رہی ہے؟ کون سی جا رہی ہے؟ ہمیں اس سے غرض نہیں، اگر اچھا کام کرے گی تو ہم اس کے ساتھ ہیں، اگر کوئی بُرا کام کرے گی تو ہم علی الاعلان اس کو غلط کہیں گے۔ ہماری کسی کے ساتھ ضد نہیں ہے، نہ حکومت سے، نہ اپوزیشن سے، نہ کسی اور پارٹی سے، کسی سے ضد نہیں ہے۔ ہم دین کے طالب علم ہیں اور دین کے طالب علم ہونے کے ناطے جو حق ہے اس کو حق کہیں گے اور جو باطل ہے اس کو باطل کہیں گے۔ یہ مزاج ہے مدارس کا اور اس مزاج کو کس طرح برقرار رکھا جائے؟ اس مزاج کو برقرار رکھنے کی واحد صورت وہ ہے جو ہمارے اکابر نے دارالعلوم دیوبند میں اختیار کی اور اس کے بعد پھر پاکستان میں بھی اختیار کی گئی، اور وہ یہ کہ:

□ ہمیں حکومت سے کوئی امداد نہیں لینی، حکومت سے ایک پیسہ نہیں لینا۔ جب کوئی آدمی پیسہ لے لیتا ہے۔ تو پھر وہ پیسہ دینے والے کا احسان مند ہو جاتا ہے، اور اس کے ساتھ بات کرنے میں جھجکتا ہے۔ سوچتا ہے کہ یہاں سے تو پیسے آتے ہیں اگر پیسے بند ہو گئے تو ہم کیا کریں گے؟ لہٰذا ایک تو یہ کہ حکومت سے کوئی پیسہ نہیں لینا۔

□ اور دوسرے یہ کہ اپنے ادارے کو، اپنے مدرسے کو حکومت کے تسلّط میں نہیں دینا۔ آزاد رہ کر دین کا کام کرنا ہے۔

یہ ہے ان مدارس کی بنیادی روح، اب فرض کرو کہ اگر یہ مدارس کسی طرح حکومت کے تسلط میں چلے جائیں تو اس سے ان کا جو بنیادی مقصد اور ان کی جو بنیادی روح ہے وہ فنا ہو گئی۔ اگر ہم حکومت کے پیسوں اور حکومت کی مختلف چیزوں کے محتاج ہو گئے تو پھر ہماری حق کی گواہی متاثر ہو گی۔

سوسائٹیز ایکٹ کیا ہے؟:

اب اس بنیادی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے سمجھیے کہ سوسائٹیز ایکٹ کیا ہے اور وزارتِ تعلیم کیا ہے؟ جب سے پاکستان قائم ہوا، اس وقت سے بلکہ اس سے بھی پہلے ہندوستان میں بھی، سارے مدارس کو ہمارے اکابر نے سوسائٹیز ایکٹ کے اندر رجسٹرڈ کروایا۔ یہ ایسے ہی الل ٹپ نہیں ہو گیا، بلکہ اس کے پیچھے ایک فکر تھی۔ لیکن اس فکر کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ سوسائٹیز ایکٹ کیا ہے؟

سوسائٹیز ایکٹ ایک قانون ہے جس میں لوگوں کو یہ آزادی دی گئی ہے کہ آپ کو کسی بھی مقصد کے لیے کوئی غیر سیاسی ادارہ یا کوئی غیر سیاسی انجمن بنانے کا اختیار حاصل ہے، اس میں تعلیم بھی ہو سکتی ہے، اس میں فنونِ لطیفہ بھی ہو سکتے ہیں، اس میں ادب بھی ہو سکتا ہے، اس میں شاعری بھی ہو سکتی ہے، اس میں۔۔۔اللہ بچائے۔۔۔موسیقی یا آلاتِ موسیقی کی کوئی انجمن بھی ہو سکتی ہے۔ غرض کوئی بھی ایسا غیر سیاسی پرائیویٹ ادارہ جو کسی خاص مقصد کے تحت قائم کیا گیا ہو، سوسائٹیز ایکٹ کے تحت اسے رجسٹر کر لیا جاتا ہے۔ رجسٹر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کو تسلیم کر لیا گیا کہ یہ کوئی غیر قانونی چیز نہیں ہے۔ بس اتنا مقصد ہے اس ایکٹ کا۔

اب ہم ہمارے اکابر نے مدارس کو سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ کروایا، کیونکہ ظاہر ہے جب مدرسہ ہے تو اسے اگر غیر قانونی سمجھا جائے تو وہ چلے گا کیسے؟ لہٰذا اسے کوئی قانونی حیثیت تو دینی ہی پڑے گی، اس کے لیے سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ کو اختیار کیا گیا کہ ہم اس میں اپنے مدرسے کو رجسٹرڈ کرائیں گے۔ اس سوسائٹیز ایکٹ میں صرف یہ ہے کہ آپ اپنی کوئی مجلسِ منتظمہ بنا لیں اور اس میں اپنے اغراض و مقاصد لکھ دیں کہ ہمارے یہ اغراض و مقاصد ہیں۔ اغراض و مقاصد درج کرنے کے بعد بس اسے وہاں پر رجسٹر کروا لیں اور اس کے بعد اب آپ کے جو اغراض و مقاصد ہیں، اس دائرے کے اندر آپ آزاد ہیں کہ جس طرح چاہیں کام کریں، بشرطیکہ کوئی غیر قانونی کام نہ کریں، کوئی چوری نہ کریں اور رشوت نہ دیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس دائرے میں رہتے ہوئے آپ اپنے اعمال میں آزاد ہیں، اور اپنے اغراض و مقاصد کے تحت جو طریقہ اختیار کرنا چاہیں اس کے لیے آپ کو آزادی حاصل ہے۔

افغان جہاد کے بعد سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کی بندش:

تقریباً ۶۰ سال کے قریب یا کچھ کم و بیش عرصے سے سارے مدارس اسی ایکٹ کے تحت رجسٹر ہوتے چلے آ رہے تھے، کہ اچانک ۶۰ سال کے بعد ایک واقعہ پیش آتا ہے اور اس کی وجہ سے دنیا کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس واقعے کا پسِ منظر یہ ہے کہ جب تک کہیں دیہات میں یا شہروں میں چھوٹے موٹے مدرسے تھے، اور نہ ان کی کوئی بہت بڑی عمارت تھی، نہ ان میں کوئی بہت زیادہ طلبہ کی تعداد ہوتی تھی، اور نہ وہاں کوئی بہت زیادہ انتظامات ہوتے تھے، اس وقت تک یہی سوچا جاتا تھا کہ چلو یہ مولوی ملّا جو کچھ کر رہے ہیں انہیں کرنے دو، یہ اپنے کام میں لگے رہیں۔ لیکن اس کے بعد جب افغانستان کا جہاد پیش آیا تو اس

مدارس کی روح، مدارس کا مزاج اور ان کو برقرار رکھنے کی صورت:

ہمارا اصول یہ ہے کہ ہمارا عملی سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کون سی حکومت آ رہی ہے؟ کون سی جا رہی ہے؟ ہمیں اس سے غرض نہیں، اگر اچھا کام کرے گی تو ہم اس کے ساتھ ہیں، اگر کوئی بُرا کام کرے گی تو ہم علی الاعلان اس کو غلط کہیں گے۔ ہماری کسی کے ساتھ ضد نہیں ہے، نہ حکومت سے، نہ اپوزیشن سے، نہ کسی اور پارٹی سے، کسی سے ضد نہیں ہے۔ ہم دین کے طالب علم ہیں اور دین کے طالب علم ہونے کے ناطے جو حق ہے اس کو حق کہیں گے اور جو باطل ہے اس کو باطل کہیں گے۔ یہ مزاج ہے مدارس کا اور اس مزاج کو کس طرح برقرار رکھا جائے؟ اس مزاج کو برقرار رکھنے کی واحد صورت وہ ہے جو ہمارے اکابر نے دارالعلوم دیوبند میں اختیار کی اور اس کے بعد پھر پاکستان میں بھی اختیار کی گئی، اور وہ یہ کہ:

□ ہمیں حکومت سے کوئی امداد نہیں لینی، حکومت سے ایک پیسہ نہیں لینا۔ جب کوئی آدمی پیسہ لے لیتا ہے۔ تو پھر وہ پیسہ دینے والے کا احسان مند ہو جاتا ہے، اور اس کے ساتھ بات کرنے میں جھجکتا ہے۔ سوچتا ہے کہ یہاں سے تو پیسے آتے ہیں اگر پیسے بند ہو گئے تو ہم کیا کریں گے؟ لہٰذا ایک تو یہ کہ حکومت سے کوئی پیسہ نہیں لینا۔

□ اور دوسرے یہ کہ اپنے ادارے کو، اپنے مدرسے کو حکومت کے تسلّط میں نہیں دینا۔ آزاد رہ کر دین کا کام کرنا ہے۔

یہ ہے ان مدارس کی بنیادی روح، اب فرض کرو کہ اگر یہ مدارس کسی طرح حکومت کے تسلط میں چلے جائیں تو اس سے ان کا جو بنیادی مقصد اور ان کی جو بنیادی روح ہے وہ فنا ہو گئی۔ اگر ہم حکومت کے پیسوں اور حکومت کی مختلف چیزوں کے محتاج ہو گئے تو پھر ہماری حق کی گواہی متاثر ہو گی۔

سوسائٹیز ایکٹ کیا ہے؟:

اب اس بنیادی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے سمجھیے کہ سوسائٹیز ایکٹ کیا ہے اور وزارت تعلیم کیا ہے؟ جب سے پاکستان قائم ہوا، اس وقت سے بلکہ اس سے بھی پہلے ہندوستان میں بھی، سارے مدارس کو ہمارے اکابر نے سوسائٹیز ایکٹ کے اندر رجسٹرڈ کروایا۔ یہ ایسے ہی الل ٹپ نہیں ہو گیا، بلکہ اس کے پیچھے ایک فکر تھی۔ لیکن اس فکر کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ سوسائٹیز ایکٹ کیا ہے؟

سوسائٹیز ایکٹ ایک قانون ہے جس میں لوگوں کو یہ آزادی دی گئی ہے کہ آپ کو کسی بھی مقصد کے لیے کوئی غیر سیاسی ادارہ یا کوئی غیر سیاسی انجمن بنانے کا اختیار حاصل ہے، اس میں تعلیم بھی ہو سکتی ہے، اس میں فنونِ لطیفہ بھی ہو سکتے ہیں، اس میں ادب بھی ہو سکتا ہے، اس میں شاعری بھی ہو سکتی ہے، اس میں۔ اللہ بچائے۔ موسیقی یا آلاتِ موسیقی کی کوئی انجمن بھی ہو سکتی ہے۔ غرض کوئی بھی ایسا غیر سیاسی پرائیویٹ ادارہ جو کسی خاص مقصد کے تحت قائم کیا گیا ہو، سوسائٹیز ایکٹ کے تحت اسے رجسٹر کر لیا جاتا ہے۔ رجسٹر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کو تسلیم کر لیا گیا کہ یہ کوئی غیر قانونی چیز نہیں ہے۔ بس اتنا مقصد ہے اس ایکٹ کا۔

اب ہم ہمارے اکابر نے مدارس کو سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ کروایا، کیونکہ ظاہر ہے جب مدرسہ ہے تو اسے اگر غیر قانونی سمجھا جائے تو وہ چلے گا کیسے؟ لہٰذا اسے کوئی قانونی حیثیت تو دینی ہی پڑے گی، اس کے لیے سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ کو اختیار کیا گیا کہ ہم اس میں اپنے مدرسے کو رجسٹرڈ کرائیں گے۔ اس سوسائٹیز ایکٹ میں صرف یہ ہے کہ آپ اپنی کوئی مجلسِ منتظمہ بنا لیں اور اس میں اپنے اغراض و مقاصد لکھ دیں کہ ہمارے یہ اغراض و مقاصد ہیں۔ اغراض و مقاصد درج کرنے کے بعد بس اسے وہاں پر رجسٹر کروا لیں اور اس کے بعد اب آپ کے جو اغراض و مقاصد ہیں، اس دائرے کے اندر آپ آزاد ہیں کہ جس طرح چاہیں کام کریں، بشرطیکہ کوئی غیر قانونی کام نہ کریں، کوئی چوری نہ کریں اور رشوت نہ دیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس دائرے میں رہتے ہوئے آپ اپنے اعمال میں آزاد ہیں، اور اپنے اغراض و مقاصد کے تحت جو طریقہ اختیار کرنا چاہیں اس کے لیے آپ کو آزادی حاصل ہے۔

افغان جہاد کے بعد سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کی بندش:

تقریباً ۶۰ سال کے قریب یا کچھ کم وبیش عرصے سے سارے مدارس اسی ایکٹ کے تحت رجسٹر ہوتے چلے آ رہے تھے، کہ اچانک ۶۰ سال کے بعد ایک واقعہ پیش آتا ہے اور اس کی وجہ سے دنیا کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس واقعے کا پسِ منظر یہ ہے کہ جب تک کہیں دیہات میں یا شہروں میں چھوٹے موٹے مدرسے تھے، اور نہ ان کی کوئی بہت بڑی عمارت تھی، نہ ان میں کوئی بہت زیادہ طلبہ کی تعداد ہوتی تھی، اور نہ وہاں کوئی بہت زیادہ انتظامات ہوتے تھے، اس وقت تک یہی سوچا جاتا تھا کہ چلو یہ مولوی مُلا جو کچھ کر رہے ہیں انہیں کرنے دو، یہ اپنے کام میں لگے رہیں۔ لیکن اس کے بعد جب افغانستان کا جہاد پیش آیا تو اس

وقت ساری مغربی طاقتوں کے کان کھڑے ہوئے کہ افغانستان کے یہ طالبان ہیں سارے کے سارے کہاں سے آئے ہیں؟ تو پتہ چلا کہ جی یہ تو مدرسوں کے پڑھے ہوئے ہیں۔ بس پھر انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ مدرسہ تو بڑی خطرناک چیز ہے۔ علامہ اقبالؒ نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ:

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
مُلا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

مُلا جب تک ہے اس وقت تک ہمارے مقاصد کامیاب نہیں ہو سکتے، لہٰذا دنیا کے جو کار پرداز ہیں، یہ بات ان کے دماغوں میں بیٹھ گئی اور ان کے دلوں میں آ گیا کہ یہ مُلا خطرناک چیز ہے۔ پہلے ہم سمجھ رہے تھے کہ یہ مسجد تک محدود ہے، تھوڑا بہت قرآن پڑھا دیا، کوئی حفظ کرا دیا، اور یہ بیچارہ صرف اسی حد تک پڑھنے پڑھانے میں مصروف ہے، لیکن یہ تو خطرناک مخلوق ہے، یہ پتہ نہیں کب کیا انقلاب برپا کر دے؟ لہٰذا اس کو کسی طرح باندھو۔ چنانچہ اس کا پہلا قدم یہ ہے کہ سوسائٹیز ایکٹ کے تحت مدارس کی رجسٹریشن بند کر دی گئی۔

رجسٹریشن بند ہونے سے دینی مدارس کی مشکلات میں اضافہ:

میں یہ آپ سے آج سے بیس پچیس سال پہلے کی بات کر رہا ہوں کہ رجسٹریشن بند کر دی گئی اور کہا گیا کہ اب کوئی مدرسہ رجسٹر نہیں ہوگا۔ رجسٹر نہ ہونے کے معنی یہ کہ اس کا کوئی قانونی وجود نہیں ہے، اور چونکہ قانونی وجود نہیں ہے لہذا بینک میں اکاؤنٹ نہیں کھول سکتے۔ بینک میں اکاؤنٹ تو اس کا کھلے گا جس کا کوئی قانونی وجود ہو۔ اور اس میں کہیں غیر ملکی طلبہ کو ویزہ نہیں دیا جائے گا۔ مدتِ دراز تک رجسٹریشن کا دروازہ بالکل بند رہا ہے۔ (آج کل مشکل یہ ہے کہ آدمی کوئی بات زبان سے نکالے تو ایک لمحے میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے، اس لیے سارے معاملات بہت تفصیل سے میں نہیں بتا سکتا)۔ اب ہوا یہ کہ ایک طرف رجسٹریشن بند ہو گئی، اور بنک اکاؤنٹ نہ کھلنے کی وجہ سے مدارس کو لین دین کے معاملات میں پریشانی ہونے لگی کہ ہر چیز میں کس طرح نقد نقد کام کیا جائے؟ اور لوگ تعاون کیلئے دور سے کس طرح پیسے بھیجیں؟ دوسرا سلسلہ یہ شروع ہوا کہ ہر مدرسے کے پاس ایجنسیاں آ رہی ہیں، کبھی کوئی ایجنسی آ کے کہتی ہے کہ نکالو کیا ہے تمہارے پاس؟ کبھی کوئی آ کے کہتی ہے کہ ہمیں یہ معلومات حاصل کرنی ہیں کہ تمہارے پاس کتنے طلبہ اور کتنے اساتذہ ہیں؟ اور تمہارے پاس کتنا پیسہ آتا ہے؟ یہ سب سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔

جو بڑے مدرسے ہیں، ان میں تو الحمدللہ! انہیں دخل اندازی کی زیادہ جرأت نہیں ہوتی تھی، لیکن جو بیچارے چھوٹے مدرسے ہیں یا دور دراز علاقوں میں اور گاؤں دیہات میں واقع ہیں، وہاں پر علاقے کا کوئی تھانیدار پہنچ جاتا اور کہتا کہ تم اپنی ساری معلومات ہمیں فراہم کرو، کہاں سے تمہارے پاس پیسہ آ رہا ہے اور کہاں پر خرچ کر رہے ہو؟ اس صورتحال سے وہ بیچارے پریشان ہوتے تھے، اور اس پریشانی کی وجہ سے مدارس چاہتے تھے کہ کسی طرح ہماری رجسٹریشن کھلے۔

وزارتِ تعلیم میں رجسٹر ہونے پر آمادگی کا پس منظر:

میں اس وقت تک وفاق المدارس میں کوئی عہدہ نہیں رکھتا تھا، چنانچہ اس وقت پرویز مشرف کے زمانے میں وفاق نے بات کی اور مذاکرات ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ مذاکرات کے بعد سوسائٹی ایکٹ میں ایک دفعہ کا اضافہ کیا گیا جو خالص دینی مدارس کے لیے تھی، اور ان کو جو پریشانی ہو رہی تھی وہ اس دفعہ ۲۱ ذریعے دور کی گئی، مثلاً اس میں کہا گیا کہ ہم مدارس میں کوئی عسکری تربیت نہیں دیں گے، فرقہ واریت کو فروغ نہیں دیں گے، اگرچہ ساتھ یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ علمی طور پر مذاہب کا تقابل کیا جا سکتا ہے، لیکن عوامی سطح پر نفرتیں پھیلانے سے پرہیز کیا جائے گا۔ اس طرح کی دیگر کچھ باتیں لکھ دی گئیں، اور اس پر ہمارے وفاق المدارس کے حضرات اور وفاق کے ساتھ جو دوسرے وفاق ہیں، وہ بھی اس پر متفق ہو گئے اور اس طرح اکیسویں دفعہ سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ کے اندر شامل ہو گئی۔ باوجود اس کے کہ وہ دفعہ سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ میں شامل ہو گئی، لیکن پھر بھی رجسٹریشن نہیں کھولی جا رہی تھی، اور جب کوئی مدرسہ جاتا تو کہا جاتا کہ آپ کی رجسٹریشن نہیں ہو سکتی۔

آخر کار انتہائی شدید دباؤ کے نتیجے میں یہ کہا گیا کہ اچھا آپ ایسا کرو کہ آپ تو ایک تعلیمی ادارہ ہیں، لہٰذا اس کو سوسائٹیز ایکٹ کے بجائے وزارتِ تعلیم کے اندر رجسٹر کروائیں۔ مدارس اس پر مجبور ہو گئے، اس لیے کہ وہ نہ کوئی اکاؤنٹ کھول پا رہے تھے، نہ انہیں کوئی سہولت میسر تھی، اور پھر روز آ آ کر سرکاری ادارے انہیں تنگ کرتے تھے، اس لیے اس مصیبت سے نجات پانے کے لئے مدارس نے کہا کہ اچھا بھئی وزارت تعلیم کے تحت رجسٹریشن کے بارے میں بات چیت کر لیتے ہیں۔ (جاری ہے)

حفاظِ کرام کے لیے مفید باتیں

خطاب:.... مولانا محمد یاسر عبداللہ مدظلہ

تلخیص وترتیب:.... طارق علی عباسی

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ قریب ہے، اس لیے نمازِ تراویح و امامت کے بنیادی فرائض سے واقفیت حاصل کرنے اور حفاظِ کرام کو رمضان المبارک کی تیاری کس طرح کرنی چاہیے؟ اور حفاظِ قرآن کے ذمہ قرآن کے بنیادی حقوق کیا کیا ہیں؟ ان عنوانات کے لیے کراچی میں ایک تربیتی نشست کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں بہت سے حفاظ نے شرکت کی، ان حفاظ کو استاذِ محترم حضرت مولانا محمد یاسر عبداللہ (استاذ: جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن) نے بڑے ہی ناصحانہ اور علمی انداز میں تفصیلی خطاب کیا، موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر یہاں اس خطاب کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت الاستاذ مولانا محمد یاسر عبداللہ صاحب نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت اپنے ذمے لی ہے، علماء کرام یہ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کی حفاظت کا جو وعدہ ہے، اس کے ضمن میں حفاظ کی حفاظت کا بھی وعدہ ہے۔ پھر چونکہ یہ دنیا دارالاسباب ہے، یہاں ہر چیز کسی نہ کسی سبب کے ساتھ جڑی ہوئی ہے تو قرآن شریف کی حفاظت کا ایک سبب حفاظ بھی ہیں، جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی حفاظت فرمارہے ہیں۔ قرآن شریف یاد کرنے کے لیے آسان ہے، دنیا کی کوئی بھی کتاب یاد کرنا، بہت مشکل کام ہے، دنیا کے کسی بھی مذہب میں یہ نظیر نہیں ملتی کہ وہ جس کتاب کو مقدس سمجھتے ہیں، کسی نے اس کو یاد کرلیا ہو۔ قرآن کریم کو یاد کرنا اس لیے آسان کردیا گیا؛ تاکہ امتِ محمدیہ کے افراد اس قرآن کریم کو یاد کریں، اسے اپنے سینوں میں محفوظ کریں اور قرآن کریم کا جو حفظ ہے، اس سے حفاظتِ قرآن کا خداوندی وعدہ پورا ہو۔ مگر جیسے قرآن کریم کو یاد کرنا آسان ہے، ویسے ہی قرآن آسانی سے بھول بھی جاتا ہے، انسان کو احساس بھی نہیں ہوتا اور وہ قرآن بھول جاتا ہے۔ اگر آپ قرآن کریم کو پڑھیں گے نہیں، دَور نہیں کریں گے، منزل کا اہتمام نہیں کریں گے، سنانے کا اہتمام نہیں کریں گے تو قرآن کریم کو بھول جائیں گے۔ بھولنا انسان کی فطرت میں داخل ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب ہمیں دے دیئے ہیں، ایسے راستے دے دیئے ہیں اور ایسے طریقے بتا دیئے ہیں کہ اگر ہم ان طریقوں کو اختیار کریں گے تو بھولیں گے نہیں، لیکن اگر کوئی ان اسباب کو اختیار نہ کرے تو وہ قصداً اپنے آپ کو بھلا رہا ہے، اس لیے اس پر وعید صادق آئے گی۔

دماغ کی مختلف صلاحیتیں:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو دماغ عطا فرمایا ہے، یہ عجیب وغریب صلاحیتوں سے مالا مال نعمت ہے۔ یہ صلاحیتوں کا مجموعہ ہے، نفسیات کے ماہرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دماغ میں تیس قسم کی قوتیں جمع کردی ہیں، ہم یہ سوچتے ہیں کہ دماغ کا کام صرف سوچنا اور یاد کرنا ہے، دماغ کے بہت سے کام ہیں اور وہ ہم اس سے لے بھی رہے ہیں، مگر ہماری توجہ نہیں ہوتی، مثلاً: دماغ کا کام پہچاننا بھی ہے، دماغ، آنکھوں اور دیگر ظاہری حواس کے ذریعے کام کرتا ہے، تصور کرنا بھی دماغ کا کام ہے، دماغ کا کام چیزوں کو جوڑنا اور ان میں ربط پیدا کرنا بھی ہے، دماغ کا کام نتیجہ نکالنا بھی ہے، دماغ کا ایک کام تجزیہ کرنا بھی ہے، تقابل کرنا اور سمجھنا بھی دماغ کا کام ہے اور ان جیسے دیگر کئی کام دماغ کے ہیں۔ حفظ کرنا بھی خالص دماغی کام ہے۔ حافظے مختلف اقسام کے ہوتے ہیں، کچھ لوگوں کو دیکھ کر چیزیں یاد ہوتی ہیں، کچھ لوگوں کے حافظے سماعت پر مبنی ہوتے ہیں، انہیں سننے سے یاد ہوتا ہے۔ نفسیات کے ماہرین کہتے ہیں کہ سننے، دیکھنے، بولنے، چھونے اور چکھنے کی قوتیں جنہیں حواسِ خمسہ کہتے ہیں، ہم ان حواس کو جس چیز میں جتنا زیادہ استعمال کریں گے وہ اتنی بہتر طور پر ہمیں یاد ہوگی۔

حفظ کے مراحل:

کسی بھی چیز کو حفظ کرنے کے کچھ مراحل

ہوتے ہیں، مثلاً: یاد کرنے کا پہلا مرحلہ تسجیل ہوتا ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے اسکرین وغیرہ پر لکھ کر اسے محفوظ نہ کرنا، یہ پہلا اسٹیپ اور مرحلہ ہوتا ہے جس میں کوئی چیز دماغ کی سطح پر سرسری سی نقش ہوتی ہے۔ پھر جب قرآن شریف کی ایک آیت کو بار بار پڑھا جائے تو وہ دماغ میں محفوظ ہوجاتی ہے۔ اس مرحلے کو تثبیت کہتے ہیں، پھر روزانہ پڑھوانے کا درجہ ہے، اس کے ذریعے تخزین کا مرحلہ مکمل ہوتا ہے۔ پھر استرجاع کا مرحلہ ہے یعنی جب چاہیں اپنے یاد کیے ہوئے کو دوبارہ زبان پر لانا آپ کے لیے آسان ہو۔

یہ چاروں مرحلے بہت اہم ہوتے ہیں۔

بھولے ہوئے حفظ کو دوبارہ یاد کرنا:

اگر کوئی قرآن کو حفظ کر کے بھول گیا ہے تو ایک بات تو ذہن سے بالکل نکال دیجیے کہ اس کے لیے واحد راستہ عزم وہمت اور دوبارہ محنت کرنا ہے، اس کے بغیر کوئی وظیفہ اور دعا کام نہیں آئے گی۔ البتہ دوسری مرتبہ اسے یاد کرنا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا پہلی مرتبہ یاد کرنا مشکل ہوتا ہے۔ ہمارے سامنے ایسی مثالیں ہیں کہ بعض حفاظ پورا قرآن بھول گئے، پھر انہیں کافی عرصے بعد خیال آیا کہ ہم سے یہ غلطی ہوگئی، لہٰذا اب دوبارہ یاد کر لیتے ہیں، پھر ان میں سے بعضوں نے ڈیڑھ سال میں بعضوں نے دو ڈھائی سالوں میں قرآن دوبارہ یاد کرلیا، ناممکن کچھ نہیں، ہمت کرنے کی بات ہے، تھوڑی ترتیب بنالی جائے، انفرادی محنت کرنے کے بجائے اپنے ساتھ کسی کو جوڑ لیا جائے، قاری صاحب کے ساتھ ترتیب بنالی جائے، یا کسی حافظ سے مدد لی جائے۔

متشابہات کا معاملہ:

قرآن کریم میں بہت ساری آیتیں ایسی ہیں، جن میں سے بعض آیتیں تو پوری کی پوری متشابہ ہیں، بعض کے کچھ کلمات اور اجزاء متشابہ ہیں، علمائے کرام یہ بتاتے ہیں کہ قرآن شریف میں دو ہزار آیتوں میں متشابہات ہیں۔ متشابہات کی صورتیں مختلف ہیں، بعض میں تقدیم وتاخیر ہے اور کہیں حروف یا الفاظ کا فرق ہوتا ہے۔ بعض علماء کرام نے متشابہات کو یاد کرنے کی علامتیں متعین کی ہیں، حروف تہجی وغیرہ کے اعتبار سے یا اس کے علاوہ دیگر مختلف طریقوں سے علامتیں طے کی ہیں۔ ہمارے بزرگوں میں قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۂ حفاظ کے نام سے کتاب لکھی ہے، اس میں بھی انہوں نے متشابہات کے کچھ اصول ذکر کیے ہیں، اسی طرح ایک کتاب رموزِ متشابہات کے نام سے بھی ہے۔ قرآن کریم کا پندرہ لائنوں کا ایک نسخہ ملتا ہے، جس کا نام ”القرآن الکریم مع المتشابہات“ ہے، جسے قاری عبدالحلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ (المعروف قرآنی کمپیوٹر) نے مرتب کیا ہے، اس نسخہ سے مدد لی جاسکتی ہے۔ البتہ متشابہات اسی حافظ کو یاد ہوں گے جسے قرآن کریم اچھا یاد ہوگا، کچا حافظ خود پریشان اور دماغی انتشار کا شکار ہوجائے گا۔

قرآن مجید کو ترتیل سے پڑھیے:

قرآن کریم کو ہم آہستہ پڑھنے کی عادت ڈالیں، تجوید کی غلطیوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک لحنِ خفی اور دوسری لحنِ جلی۔ لحنِ خفی کا مطلب یہ ہے کہ اخفاء کرنا تھا مگر اخفاء نہیں کیا گیا، غنہ کرنا تھا مگر غنہ نہیں کیا گیا۔ لحنِ جلی کا مطلب ہوتا ہے زبر کو زیر پڑھ دینا، ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ پڑھنا، وغیرہ۔ اس سے بعض اوقات معنیٰ کی بڑی خطرناک غلطیاں ہوجاتی ہیں، بعض غلطیاں تو ایسی ہوتی ہیں کہ جن سے نماز ہی فاسد ہوجاتی ہے، ہم ایسا ماحول بنائیں کہ جلدی اور تیزی سے پڑھنے کے بجائے اطمینان اور سکون سے تراویح پڑھیں اور سوا پارہ ڈیڑھ گھنٹے میں پڑھیں، یہ چیز قابلِ فخر ہونی چاہیے، جلد بازی کو باعث فخر نہیں بنانا چاہیے۔

تراویح وامامت کی اہمیت کو جانیں:

تراویح کو اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر قرآن کریم کو یاد کرنے کا ذریعہ بنادیا ہے، اس لیے اس کی تیاری کا ابھی سے اہتمام کرنا چاہیے، تراویح میں پورا قرآن سنانے کی تیاری کریں، اگر کوتاہی کریں گے اور آدھا سنائیں گے تو کچھ عرصہ میں باقی آپ بھول جائیں گے۔ نیز امامت کوئی معمولی کام نہیں ہے، امام کی مثال ایسی ہے جیسے ٹرین کا انجن۔ اگر انجن ہی خراب ہو تو پٹڑی کے بجائے کہیں اور لے جائے گا، اس لیے اپنی ذمے داری کا احساس ہونا چاہیے، امام بننے کے لیے امامت کے بنیادی مسائل کا علم بہت ضروری ہے، طہارت کے مسائل کا علم ضروری ہے، تراویح کے موٹے موٹے مسائل ہمارے علم میں ہونے چاہئیں؛ کیونکہ مسائل سے ناواقفیت کے سبب مشکلیں پیش آتی ہیں، لہٰذا امامت کو معمولی نہ سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆ .... ☆☆

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی وتبلیغی اسفار

جامعہ محمودیہ جھنگ صدر کے طلبا سے خطاب:

۲۱/جنوری ساڑھے گیارہ سے بارہ بجے تک طلبا میں بیان ہوا۔ صدارت ونگرانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحیم مدظلہ نے کی، جو ہمارے حضرت مولانا عبدالحئی بہلویؒ نقشبندی شجاع آبادی کے خلیفہ مجاز ہیں۔ جامعہ کے بانی عظمت صحابہ کے نقیب، شعلہ بیان خطیب اور سپاہِ صحابہ کے بانی مولانا حق نواز جھنگویؒ تھے۔ آج کل جامعہ کے مہتمم مولانا مسرور احمد جھنگوی سلمہ ہیں جو مولانا حق نواز شہیدؒ کے فرزند ارجمند ہیں، جبکہ انتظامات کے نگران مولانا غلام اللہ ہیں۔ جامعہ محمودیہ سے پندرہ طلبا نے چناب نگر کورس میں شرکت کا ارادہ کیا، مقامی ناظم اعلیٰ مولانا غلام سرور کی معیت رہی۔

مولانا سید مصدوق حسین شاہ کے ظہرانے میں شرکت:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ کے امیر، جامعہ علومِ شرعیہ جھنگ صدر کے مہتمم، مولانا سید صادق حسین شاہ بخاریؒ شہید فاضل دیوبند کے جانشین مولانا سید مصدوق شاہ مدظلہ ہیں۔ ان سے جماعتی امور پر کافی دیر مشاورت رہی۔ راقم نے ان سے درخواست کی کہ جھنگ میں جماعتی کام کو تیز کرنے کے لئے جب بھی مرکز سے کوئی راہنما تشریف لائیں، بار ایسوسی ایشن میں وکلاء سے خطاب کی سبیل نکالیں۔ پرنٹ میڈیا (اخبارات) میں مجلس کی سرگرمیاں منظر عام پر آنی چاہئیں۔ اس سلسلہ میں جب بھی مرکزی راہنما یا مبلغ تشریف لائیں، پریس کانفرنس کا اہتمام کریں۔ راقم نے بتلایا کہ تاجروں میں ختم نبوت کنونشن اور سیمینار بھی رکھے جائیں اور تاجروں کو ان کے فرائض سے آگاہ کیا جائے۔ امیر جھنگ نے ارادہ کیا۔ جھنگ کے پروگراموں میں ضلعی مبلغ مولانا عبدالحکیم نعمانی اور ناظم اعلیٰ مولانا غلام سرور کی معیت حاصل رہی۔ ظہرانہ سے فراغت کے بعد راقم نے ملتان کا سفر کیا۔

جامعہ ابودرداء تونسہ شریف:

جامعہ کے بانی مولانا غلام یاسین خیر پوریؒ تھے۔ موصوف جامعہ قاسم العلوم ملتان کے فاضل، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، مولانا فیض احمدؒ، مولانا عبدالبر محمد قاسمؒ، مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیرویؒ ثم ملتان، مولانا محمود اختر جیسے جبال العلم کے شاگرد رشید تھے۔ قبل ازیں جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا پڑھتے رہے۔ حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔ ۱۹۷۷ء میں دورۂ حدیث کیا۔ خیر پور ٹامیوالی میں خلفائے راشدین کے نام سے مدرسہ قائم کیا، کچھ عرصہ جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا میں ناظم ومدرس بھی رہے۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی دعوت پر سپاہ صحابہ میں شامل ہوگئے اور قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ ۱۹۹۷ء میں تونسہ شریف کے متصل بستی ہڑدوار میں جامعہ ابودرداء کا آغاز کیا، سنگ بنیاد استاذ العلماء حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ نے رکھا۔ ۲۹/اکتوبر ۲۰۲۳ء کو انتقال فرمایا۔ آپ کے فرزند ارجمند مولانا مسعود احمد کی اقتداء میں ان کی نماز جنازہ ادا کی اور تونسہ شریف کے قبرستان میں مدفون ہوئے، ان کے فرزند ارجمند مولانا محمود احمد یاسین کی دعوت پر ان کی ختم بخاری شریف کی تقریب میں جمعہ کی نماز سے قبل پون گھنٹہ عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت پر بیان کیا۔ عصر کی نماز کے بعد سفر کرکے راجن پور پہنچے۔ جامعہ عبداللہ ابن عمر راجن پور کے بانی مولانا غلام یاسین شاکر ہیں۔ سینکڑوں طلبا زیر تعلیم ہیں، ۲۵/جنوری صبح کی نماز کے بعد آدھ گھنٹہ بیان ہوا۔

جامعہ حبیب المدارس ظاہر پیر:

جامعہ کے بانی مولانا جمال الدین مدظلہ ہیں۔ آپ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے فاضل ہیں۔ دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق ہوتے ہیں۔ ۲۵/جنوری کو صبح ۹ تا ساڑھے نو بجے تک بیان ہوا۔

جامعہ صدیقیہ خانقاہ دین پور شریف:

دین پور شریف خانقاہ کے بانی حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ تھے۔ ان کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حضرت اقدس میاں عبدالہادی دین پوریؒ سجادہ نشین رہے۔ آپ ملک کے نامور شیخ طریقت اور مادرزاد ولی تھے، آپ کی وفات ۱۹۷۸ء کے بعد آپ یعنی ثانی الذکر حضرت میاں عبدالہادی دین پوری نور اللہ

مرقدہ کے بعد حضرت اقدس میاں سراج احمد دین پوریؒ سجادہ نشین مقرر ہوئے، آپ بہت ہی ذاکر شاکر انسان تھے۔ تلاوت قرآن، ذکر و مراقبہ، نوافل کی ادائیگی آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ مغرب کی نماز کے بعد ۲۰ نوافل ادا کرنے کا معمول رہا۔ آپ جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی امیر بھی رہے، آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند اکبر حضرت میاں مسعود احمد دین پوری مدظلہ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپ کے فرزند اکبر حضرت میاں زبیر احمدؒ مدرسہ کا اہتمام سنبھالے رہے، آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حضرت میاں عزیز احمد مدظلہ مہتمم چلے آرہے ہیں، جامعہ میں دورۂ حدیث شریف تک تمام اسباق ہوتے ہیں۔ سینکڑوں طلبا زیر تعلیم ہیں، ۲۵ر جنوری گیارہ سے ساڑھے گیارہ تک بیان ہوا۔ کئی ایک طلبا نے چناب نگر کورس میں شرکت کا ارادہ کیا۔

جامعہ مخزن العلوم عیدگاہ خانپور:

جامعہ کے بانی حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ تھے۔ آپ کے دور میں ہزاروں علماء کرام نے حدیث و تفسیر میں آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ مخزن العلوم کا دورۂ تفسیر ملک عزیز کے نامور دورہ ہائے تفسیر میں اہمیت کا حامل تھا۔ آپ کا کوئی بیان ختم نبوت کے عقیدۂ کی اہمیت کے بغیر نہ ہوتا۔ آپ نے ملک بھر میں ہزاروں مدارس عربیہ قائم کئے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا فضل الرحمٰن درخواستی مدظلہ مہتمم بنائے گئے۔ موخر الذکر کے دور میں تعلیم کے ساتھ ساتھ مخزن العلوم نے تعمیراتی ترقی بھی خوب کی۔ ثانی الذکر کے حکم سے راقم نے حضرت درخواستیؒ کی تقاریر ’’مواعظِ حافظ الحدیث‘‘ کے نام سے مرتب کیں۔ ۲۵ر جنوری قبل از نماز ظہر جامعہ میں بیان ہوا۔ گیارہ ساتھیوں نے شرکت کا ارادہ کیا۔ اللہ پاک ہمارے حضرت درخواستیؒ کے گلشن کو قیامت تک آباد و شاداب رکھیں۔

مولانا عبدالرؤف ربانی مدظلہ:

جمعیت علمائے اسلام رحیم یار خان کے امیر، ہمارے جامعہ باب العلوم کہروڑپکا کے تعلیم کے زمانہ کے ساتھی، مکی مسجد رحیم یار خان کے خطیب اور مجاہد ملت حضرت مولانا غلام ربانیؒ کے جانشین مولانا عبدالرؤف ربانی کی مکی مسجد میں ان کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی، کچھ دیر ان کی مجلس میں بھی پرانی یادیں تازہ کرتے رہے۔

جامعہ شمس العلوم میں بیان:

جامعہ تفسیریہ شمس العلوم رحیم یار خان تسلسل ہے جامعہ شمس العلوم بستی مولویان رحیم یار خان کا، جس کی ۲۵۰ سالہ تاریخ ہے۔ جہاں ہمارے حضرت بانی دین پور شریف میاں غلام محمد دین پوریؒ اور آپ کے شیخ حضرت حافظ محمد صدیقؒ بھرچونڈی شریف بھی زیر تعلیم رہے۔ حضرت حافظ صاحبؒ بھی وقتاً فوقتاً اپنے مادر علمی میں تشریف لاتے تھے۔ ایک مرتبہ تشریف لائے اور آپ کی نظر بانی دین پور شریف پر پڑی۔ مدرسہ والوں سے فرمایا کہ یہ نوجوان مجھے دے دیں: ’’نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں‘‘ حضرت میاں غلام محمد دین پوریؒ کی ایسی تقدیر بدلی کہ آپ اپنے زمانہ کے شیخ المشائخ بن گئے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے آپ سے روحانی اسباق لئے اور اپنے زمانہ کے قطب بن گئے اور اجازت و خلافت پائی۔

بہاولپور کے قریب خانقاہ سیرانی ہے۔ حضرت سیرانی سائیںؒ بستی مولویان تشریف لائے اور ایک جگہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: ’’مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آرہی ہے‘‘ یہ جگہ قیامت تک آباد رہے گی۔ نیز فرمایا کہ مجھے رحمت کے فرشتے نظر آرہے ہیں۔ یہاں جنوبی پنجاب اور سندھ کے ہزاروں تشنگان علم نے سیرابی حاصل کی۔ حضرت مولانا شریف اللہؒ نے ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۸ء میں سنگ بنیاد رکھا۔ ادارہ نو کنال قطعۂ اراضی پر قائم ہے۔ جنوبی پنجاب میں سب سے زیادہ طلبا دورۂ حدیث شریف یہاں ہوتے ہیں۔ جن کی تعداد سال رواں میں ۴۰۰ ہے۔ ۲۲ اساتذۂ کرام تدریس وتربیت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا شریف اللہؒ کی وفات کے بعد مولانا خلیل احمد مدظلہ اہتمام اور شیخ الحدیث کی مسند سنبھالے ہوئے ہیں، تقریباً ایک ہزار طلبا یہاں زیر تعلیم رہتے ہیں، جن میں زیادہ تر بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں، جو بلوچی زبان بولتے ہیں ایسے ہی سندھی بولنے والے بھی خاصی تعداد میں زیر تعلیم ہیں۔ ادارہ کا امتیاز یہ ہے کہ یہاں دورۂ مشکوٰۃ شریف ہوتا ہے۔ اڑھائی ماہ میں درجہ عالیہ کے تمام اسباق مکمل کرائے جاتے ہیں۔ ۲۵ر جنوری عشاء کے بعد بیان ہوا، تقریباً ایک سو طلبا نے نام لکھوائے، ادارہ کو دیکھ کر قلبی راحت ہوتی ہے۔ رات آرام وقیام اپنے دفتر واقع وائرلیس کالونی میں رہا۔

مولانا زرین احمد خان رحمۃ اللہ علیہ، کچا کھوہ خانیوال

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا زرین احمد خان چھب ضلع اٹک کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم مفسر القرآن حضرت مولانا حسین علیؒ واں بھچروی سے حاصل کی اور بیعت کا تعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا، دو حسینوں کی تربیت نے انہیں کندن بنا دیا۔

علوم اسلامیہ کی تحصیل سے فراغت کے بعد تحریکِ آزادی وطن اور تردیدِ قادیانیت کے لئے مجلس احرارِ اسلام میں شمولیت کر لی، اپنی خادمانہ وضع داری کے برکت سے چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، ضیغم احرار شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ کے قریبی ساتھیوں میں شمار ہونے لگے۔

شاہ جیؒ کے اتنے قریب ہوئے کہ مرض الوفات میں آپ کے خادم خاص ہو گئے اور اتنی خدمت کی کہ شاید اتنی خدمت اولاد بھی اپنے والدین کی نہ کرتی ہو اور خدمت کا یہ اعزاز جناب غلام محمد کپتان کو بھی حاصل ہوا۔ شاہ جیؒ نے انہیں ایک عصا بھی دیا تھا جو خاص خاص مواقع میں اپنے ہاتھ میں رکھتے۔ ایک مرتبہ قادیانی مناظر نے عیاری و مکاری سے کام لینا شروع کیا تو عصا فضا میں لہرا کر فرمایا:

”یہ امیر شریعتؒ کا عصا ہے اور پٹھان کے ہاتھ میں ہے زیادہ ہوشیاری دکھلانے کی کوشش کی تو یہ عصائے موسیٰ ثابت ہو کر تمہارے سانپوں کو کھا جائے گا۔“ اس پر قادیانی مربی حواس باختہ ہو گیا۔

جب مجلس تحفظ ختم نبوت کی تشکیل ہوئی تو موصوف مجلس میں شامل ہو گئے اور گزر بسر کے لئے سائیکل پر منیاری کا سامان رکھ کر پھیری لگاتے اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالتے اور مفت تبلیغ کرتے، ملتان سے سامان خریدنے کے لئے جاتے تو شاہ جیؒ کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے۔

ایک مرتبہ جب شاہ جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شاہ جیؒ نے فرمایا کہ ”خان جو سامان ہے یہاں رکھ دو اور جو گھر ہے لے آؤ، اس کی فروختگی کا انتظام کرتے ہیں اور آپ کی تبلیغی میدان میں ضرورت ہے۔“ منیاری کا بکس رکھا اور ردِ قادیانیت اور قادیانیت کی کتب کا بکس اٹھا لیا اور مجلس کے مبلغ بن گئے۔ قریہ قریہ، بستی بستی جا کر اسلامیانِ وطن کے ایمان کا تحفظ کرنے لگے اور قادیانیت کا تعاقب کیا اور بھرپور تعاقب کیا اور مجلس کے صف اول کے مبلغین مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ کی صف میں شامل ہو گئے۔ آخر عمر میں عملیات میں بھی مہارت حاصل کر لی۔ جنات، جادو، ٹونے کے توڑ میں لوگوں کی خدمات سرانجام دینے لگے اور اس سلسلہ میں لوگ جو خدمت کرتے اس کی مجلس کی رسید کاٹ دیتے۔ ہر ماہ کچھ نہ کچھ دفتر کو دے کر جاتے۔ غرضیکہ گرمی، سردی کی پرواہ کئے بغیر نصف صدی تک تقریباً مسلمانانِ علاقہ کے ایمانوں کا تحفظ کیا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں وہاڑی، میاں چنوں، کچا کھوہ، چیچہ وطنی کے دیہاتوں میں دن رات پھرے، تحریک کے لئے رضا کار بھرتی کراتے۔ ایجنسیوں کی نظر میں آئے اور گرفتار ہو گئے، تقریباً نو ماہ تک جیل کی کال کوٹھریوں کو آباد کئے رکھا۔ آپ کے خلاف جو ایف آئی آر کاٹی گئی، اس میں لکھا گیا کہ: موصوف نے ایک خواب سنا کر مرزا قادیانی کی توہین کی ہے، تحریک کے اختتام پر تمام احباب ورفقاء رہا ہو گئے، آپ کے خلاف مقدمہ باقی تھا۔ مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی، جج نے خواب پوچھا تو آپؒ نے کہا:

”میں نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید خورشید احمد شاہؒ کی مجلس میں خواب سنایا کہ میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ مرزا قادیانی کی دبر سے غلاظت جاری ہے۔ اونٹ جس طرح

اپنی پونچھ کے ذریعہ اپنے پیشاب اور مینگنیوں کو بکھیرتا ہے اسی طرح مرزا قادیانی بھی اپنی دبر سے ہاتھ مار کر غلاظت کو بکھیر رہا ہے اور تعفن پھیلا رہا ہے۔ حضرت مولانا سید خورشید شاہؒ نے تعبیر یہ بیان کی کہ مرزا قادیانی سراپا غلاظت تھا۔ اپنی زبان، قلم اور بیان سے ہمیشہ غلاظت بکھیرتا رہا۔ خواب اور تعبیر سن کر جج کھلکھلا کر ہنس پڑا اور کہا کہ خواب اپنی طاقت سے نہیں آتا اور اس کی تعبیر پوچھنا بھی کوئی جرم نہیں، لہٰذا آپ بری۔ چنانچہ آپ رہا ہو گئے اور پھر تبلیغی میدان میں مصروف ہو گئے۔“

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں، اور ۱۹۸۴ء کی تحریک میں بھی خاموش نہیں بیٹھے، ضعف، عوارض اور بڑھاپے کے باوجود میدان عمل میں مصروف رہے۔

مولانا ان خوش نصیبوں میں سے تھے کہ ان کی اور ان کے اکابر کی شروع کی ہوئی تحریک بار آور ثابت ہوئی اور ان کے دیکھتے دیکھتے قادیانی کافر قرار دیئے گئے اور قادیانیوں کو اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ ایک وہ دور انہوں نے دیکھا کہ اگر وہ قادیانیوں کو کافر کہتے تو انہیں جیلوں میں ٹھونس دیا جاتا اور ایک دور ایسا بھی انہوں نے دیکھا ہے کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کہتے تو ان کے خلاف قانون حرکت میں آتا ہے۔ انہوں نے سالہاسال چنیوٹ اور چناب نگر کی کانفرنسوں میں باقاعدگی سے شرکت کی، اسٹیج اور نام و نمود سے دور عوام میں بیٹھنے کو ترجیح دیتے۔ وفات سے ایک روز پہلے دفتر مرکزیہ ملتان میں رہ کر گئے۔ گھر گئے دن گھر گزارا عشاء کی نماز باجماعت ادا کی۔ عشاء کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لائے، ہاتھ میں تسبیح اور ذکر خداوندی زبان پر جاری، معمولی درد ہوا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ۷؍مئی ۱۹۹۳ء سپرد خاک کئے گئے۔ اللہ پاک ان کی حسنات کو قبول فرمائیں اور سیئات کو حسنات سے تبدیل فرمائیں۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ واعف عنہ وعافہ وبرد مضجعہ۔ (یہ مضمون چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ، ج:ا سے ملخص کیا گیا ہے)۔

تبصرۂ کتب

نام کتاب:.... تاریخ الحرمین والقدس:

تالیف:.... مولوی عبدالرؤف مہر شکارپور سندھ۔ صفحات:... ۱۷۶۔ ناشر: مکتبہ اصلاح و تبلیغ، مارکیٹ ٹاور، حیدرآباد۔ 022-2621622

بیت اللہ، مسجد نبوی، روضہ اطہر، بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ وغیرہ کی فضیلت اور تاریخ پر سندھی زبان میں مولوی عبدالرؤف مہر (شکارپور، سندھ) نے یہ کتاب تالیف فرمائی، جسے مخدوم ابوسجاد محمد صدیق مفتی نے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ حرمین اور بیت المقدس کے ساتھ ہر مسلمان کا جو ایمانی رشتہ ہے، اس کا تقاضا ہے کہ وہ ان مقدس مقامات کی فضیلت اور تاریخ سے آگاہ ہو اور اپنی نسلوں میں یہ وراثت منتقل کرے۔ اسی جذبہ کے تحت مؤلف اور مترجم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قابلِ قدر بنائے، آمین!

نام کتاب:... قادیانیت اپنے آئینے میں:

تالیف:... جناب خالد محمود (سابق یوئیل کندن)، صفحات:... ۲۸۸، قیمت: ۵۰۰... روپے، ناشر:... مکتبہ مجلس احرارِ اسلام پاکستان۔

زیر نظر تالیف خالد محمود صاحب کی قادیانیت پر مختلف چھوٹی بڑی تحریروں کا مجموعہ ہے، جو انہوں نے سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارم فیس بک، واٹس ایپ وغیرہ پر اس غرض سے لکھیں کہ قادیانیت کے اندھیروں میں بھٹکتے لوگوں کو دین اسلام کی روشنی میں سیدھا راستہ دکھایا جاسکے۔ ان تحریروں میں کچھ تو جناب مؤلف نے خود لکھی ہیں اور کچھ مختلف اکابر کی کتب سے اقتباسات کی صورت میں نقل کی ہیں۔ جناب خالد محمود کو اللہ تعالیٰ نے عیسائیت سے دینِ اسلام کا راستہ دکھایا، تب سے وہ اس لگن میں رہتے ہیں کہ اسلام کے دامنِ رحمت سے کوئی محروم نہ رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس لگن اور کاوش کو نتیجہ خیز بنائے اور ہم سب کو راہِ مستقیم پر گامزن رکھے، آمین ثم آمین!

(نوٹ:... تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا موصول ہونا ضروری ہے...... ادارہ)

مجموعۂ کُتب

حیات انبیاء علیہم السلام

صفحات: تقریباً ۱۰۰۰۰۔ جلدیں: ۱۷۔ کل تعداد مشمولہ کتب: ۱۲۲

کل تعداد مصنفین: ایک سو کے لگ بھگ مشاہیر کے رشحات قلم، کمپوزنگ عمدہ، طباعت معیاری، کاغذ، پیکجز تعلیم، گلیز وسفید سائز ۲۳×۳۶×۱۶ جلد بیروتی طرز، لیمینیشن، پشتہ باجوڑ، طباعت واشاعت کی تمام خوبیوں کا مرقع، دلآویز، دلربا، دلنشین آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا سرور، نظر پڑتے ہی دل موہ لینے والا مجموعہ کتب۔

پون صدی سے جس خزانہ تک رسائی مشکل تھی اب اتنی آسان کہ سبحان اللہ، معلومات کا بحر ذخّار، جس کا مدتوں سے انتظار تھا وہ لمحہ سعادت آن پہنچا، ہزاروں خوشیوں کا سامان کہ منتشر خزانہ یکجا ہوگیا۔

عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گلدستہ دیکھنے میں خوشنما، سیٹ رکھنے اٹھانے میں خیر الامور اوسطہا کا مصداق، سیٹ گتہ پیک۔ رعایتی قیمت سیٹ: ساڑھے سات ہزار (۷۵۰۰ روپے) فقط۔ گویا لاگت، اس سے سستا و رعایتی اتنا بڑا کوئی اور سیٹ کہیں سے دستیاب ہونا مشکل بلکہ ناممکن، تجربہ شرط۔

مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

رابطہ کے لیے

جناب عزیز الرحمن رحمانی 03338827001

مولانا عتیق الرحمن سیف 03447121967